رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹۸ رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹۸

احمدیہ جماعت کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

QADIAN DELY. 23 DEC 36

نمبر ۳۲
جناب خان بہادر مولوی غلام محمد خان صاحب
منشی گلگت ہوس
قادیان دارالامان
Qadian

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

الحکم

قادیان

دورِ جدید

ہفتہ وار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

مدیر شیخ

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ ۲/

جلد ۳۹ | ۶ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱/۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء یوم دوشنبہ | نمبر ۳۱-۳۲

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَالنَّاصِرُ

حکومتِ برطانیہ کا تازہ انقلاب

اور

"الفضل"

(حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے)

۱۹ دسمبر کے "الفضل" میں ایک افتتاحیہ حکومتِ برطانیہ میں تازہ انقلاب کے نام سے چھپا ہے۔ میں اس کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ گو جو کچھ "الفضل" میں شائع ہوتا ہے ضروری نہیں کہ میری نظروں سے گزرے۔ نہ یہ ضروری ہے کہ اسے پڑھ کر اگر مجھے اختلاف ہو تو میں اس اختلاف کا اظہار کروں کیونکہ الفضل اجمالی طور پر جماعت احمدیہ کا ترجمان ہے۔ نہ کہ تفصیلی طور پر۔ تفصیلی طور پر لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور ضروری نہیں کہ ہر اختلاف پر گرفت کی جائے۔ بعض باتوں کو ایسی اہمیت نہیں دی جاتی۔ کہ علم ہونے پر بھی ان کی تردید کی جائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ کی تردید ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں بعض اصول کا سوال ہے۔

"الفضل" کے افتتاحیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سابق بادشاہ ایڈورڈ ہشتم نے ایک عورت کی خاطر ملک کو چھوڑ کر کوئی قابل تعریف کام نہیں کیا۔ ان کو مجبور اور قابل ہمدردی سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن ایثار اور قربانی کرنے والا نہیں۔ کیونکہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربانی کی جا سکتی ہے۔ نہ کہ بڑی چھوٹی کے لئے۔ اور اس کی تائید میں "الفضل" نے آرچ بشپ آف کنٹربری کے بعض فقروں کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ جو یہ ہیں:۔

"ایڈورڈ ہشتم کو خدا کی طرف سے ایک اعلیٰ اور مقدس امانت ملی تھی۔ مگر انہوں نے یہ امانت دوسروں کے حوالے کر دینے کے لئے اپنی مخصوص صاف بیانی سے کام لیا۔ وہ ہر اقدام ذاتی خوشی کے حصول کے لئے کر رہے تھے۔ یہ امر افسوسناک اور حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے اس قسم کے مقصد کے پیش نظر اتنی بڑی امانت کو چھوڑ دیا۔"

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر الحکم قادیان سے شائع ہوا

کاش "الفضل" کا اقتباس نگار آرچ بشپ آف کنٹربری کے فقروں پر انحصار کرنے کی بجائے واقعات پر غور کرنے کی کوشش کرتا۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچنے سے محفوظ رہتا جو اس نے اب نکالا ہے۔

جو واقعات اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

(۱) مسز سمپسن کی واقفیت شاہی خاندان سے نئی نہیں۔ وہ شاہ جارج پنجم کے سامنے بھی پیش کی جا چکی ہیں۔ اور اسی وقت سے ان کی آمد درباری حلقوں میں ہے۔

(۲) سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم بھی ان سے آج ملنے نہیں لگے۔ بلکہ مئی ۳۶ء سے ان کے تعلقات مسز سمپسن سے نہایت گہرے تھے۔ حتّٰی کہ امریکن اخبارات میں مسز سمپسن کی طلاق کے وقوعہ سے پہلے یہ مضامین شائع ہو رہے تھے۔ کہ اب مسز سمپسن طلاق لے لیں گی۔ اور غالباً شاہ ایڈورڈ ہشتم سے شادی کریں گی۔ وہ دیر سے شاہی دعوتوں میں بلائی جاتی تھیں۔ جن میں خود وزیر اعظم بھی شامل ہوتے تھے۔ وہ اکثر اوقات شاہی قلعہ میں رہتی تھیں۔ اور شاہی موٹر ان کی خدمت پر مامور تھے۔ ان سب واقعات کو انگلستان جانتا تھا۔ آرچ بشپ صاحب جانتے تھے۔ وزیر اعظم جانتے تھے۔ مگر سب خاموش تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں؟

(۳) مسز سمپسن کو انگریزی عدالت میں طلاق ملی۔ ان کی طلاق کے وقت پولیس کی خاص نگرانی کا انتظام کیا گیا۔ پریس کو فوٹو شائع کرنے سے روکا گیا۔ ایک معمولی بروکر کی بیوی کی طلاق پر اس قدر احتیاطیں کیوں برتی گئیں۔ اگر حکومت برطانیہ ان واقعات سے واقف نہ تھی جو شاہی قصر میں رونما ہو رہے تھے تو اسے مسز سمپسن کی طلاق پر اس قسم کی احتیاطیں کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ اور اس نے یہ احتیاطیں کیوں برتیں۔ کیا ایک ڈیوک کی بیوی کی طلاق پر انگلستان میں ایسی احتیاطیں برتی گئی ہیں۔ کیا اس واقعہ کی موجودگی میں حکومت کا کوئی افسر کہہ سکتا ہے کہ اسے صرف امریکہ کے اخبارات سے یہ حالات معلوم ہوئے؟

(۴) اگست میں بادشاہ سیر کے لئے جہاز پر گئے۔ مسز سمپسن بغیر خاوند کے ساتھ تھیں۔ دنیا بھر کو معلوم تھا۔ کیا اس وقت کسی نے احتجاج کیا؟ اول تو شائع شدہ واقعات سے ثابت نہیں کہ ایسا احتجاج ہوا ہو۔ لیکن اگر کوئی احتجاج ہوا تھا تو وہ ایسا کمزور تھا کہ کسی کو کانوں کان معلوم نہیں ہوا۔ حتّٰی کہ آج اس جھگڑے کے وقت بھی اس کا ذکر نہیں کیا جا رہا۔ وزیر اعظم نے اپنے بیان میں صاف تسلیم کیا ہے کہ پہلی دفعہ انہوں نے بادشاہ سے اکتوبر کے آخر میں بات کی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگست کے سفر کے موقعہ پر وہ بالکل خاموش رہے۔ وزیر اعظم کہتے ہیں کہ اس کا باعث یہ تھا کہ ان بہت سے اخبارات کے کٹنگ ان کو بھجوائے گئے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہت پہلے ایسی چہ میگوئیاں شروع تھیں۔ اور یقیناً وہ لوگ حالات سے واقف تھے جو شاہی دعوتوں میں مسز سمپسن کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

آخر یہ جھگڑا شروع ہوتا ہے۔ بشپ آف بریڈ فورڈ کی ایک تقریر پر جس میں انہوں نے یہ کہا تھا۔ کہ بادشاہ کو مذہب کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔ بشپ کا یہ کہنا تھا۔ کہ شمالی انگلستان کے اخبارات نے سب سے پہلے شور مچایا۔ اور پھر سارے انگلستان کے اخبارات نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ بشپ آف بریڈ فورڈ نے مسز سمپسن کی شادی کے متعلق اشارہ کیا ہے۔ اور اس معاملہ کے متعلق سختی سے جرح شروع کر دی گئی۔ لطیفہ یہ ہے۔ کہ بشپ آف بریڈ فورڈ نے اس مفہوم کا انکار کیا۔ لیکن یہ مخالف اخبارات برابر شور مچاتے گئے۔ کہ نہیں بشپ صاحب اب جھوٹ بول رہے ہیں۔ اصل میں ان کا یہی مطلب تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ لطیف بات یہ ہے۔ کہ ایک ہی وقت میں ان کی تعریف کی جا رہی تھی۔ کہ بشپ صاحب نے دلیری میں کمال کر دیا۔ کہ ملک کو اس کی ایک اہم ذمہ واری کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور یہ بھی ساتھ کہا جا رہا تھا۔ کہ ان کا بعد کا انکار غلط ہے۔ اور اب وہ صرف پردہ ڈال رہے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ باوجود اعلیٰ مذہبی پیشوا ہونے کے جھوٹ بول رہے ہیں۔ کوئی نہیں سوچتا کہ یہ دلیری اور جھوٹ ایک ہی وقت میں کیوں کر جمع ہو گئے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ بشپ بے چارے نے جو کچھ کہا تھا سچ کہا تھا۔ اس کا مطلب مسز سمپسن کی شادی کی طرف اشارہ کرنا نہ تھا بلکہ یہی تھا کہ بادشاہِ معظم کو مذہب عیسوی کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے۔

خدا بھلا کرے کرنل وجوڈ ممبر پارلیمنٹ کا کہ انہوں نے عین پارلیمنٹ میں اس راز کو فاش کر دیا۔ کہ مسز سمپسن کی شادی تو ایک اتفاقی امر تھا جو پیدا ہو گیا تھا۔ اصل سوال یہی تھا کہ بادشاہ عیسوی مذہب کے پوری طرح قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ جب پارلیمنٹ میں مسز سمپسن کی شادی کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ کرنل وجوڈ صاحب کھڑے ہوئے۔ اور سادگی سے اصل بحث کے متعلق تقریر شروع کر دی۔ اور صاف کہہ دیا۔ کہ صاحبان تاج پوشی کی رسم پر اگر ہمارے پیارے بادشاہ نے مذہبی رسوم ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ تو اس پر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں۔ تاج پوشی کے معنے صرف تاج پوشی کے ہیں۔ یہ کوئی مذہبی عبادت تو ہے نہیں۔ کہ اگر آرچ بشپ آف کنٹربری نے برکت نہ دی تو بس عبادت خراب ہو گئی۔ اگر ہمارا بادشاہ مذہبی رسم کو غیر ضروری قرار دے کر اس سے منکر ہیں تو اس پر اس قدر ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اگر کنٹربری اور یارک کے آرچ بشپ اور ہمارے وزیر اعظم اس کو مذہبی تنگ خیال کرتے ہوئے کارونیشن کی رسوم میں شامل ہونے سے انکار کریں تو ہمیں اس پر بھی بُرا منانے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ یہ ان کا اپنا کام ہے ہمارا حق نہیں کہ جبر کریں اور ان کی غیر حاضری کے معنی ہرگز یہ نہ لئے جائیں کہ وہ بادشاہ کے وفادار نہیں۔ انہیں غیر حاضری کے باوجود یونہی سمجھا جاوے۔ کہ گویا انہوں نے حلف وفاداری لے ہی لیا ہے۔ غرض نہ تو ان رسوم کے ادا کرنے کے انکار پر بادشاہ سلامت کی تخت نشینی میں کوئی کمزوری سمجھی جائے۔ اور نہ ان لوگوں کو باغی سمجھا جائے جو اپنے خاص مذہبی عقاید کی وجہ سے تاجپوشی کی رسم کی شمولیت کو پسند نہ کریں۔

اس تقریر نے واقعات سے مل کر بالکل واضح کر دیا کہ مسز سمپسن کا واقعہ اصل متنازعہ فیہ امر نہ تھا۔ یہ تو ناراضگی کے اظہار کا ایک اتفاقی موقعہ بہم پہنچ گیا۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ جب کارونیشن کی رسوم کی تفصیل طے کرنے والی کمیٹی بیٹھی۔ اور اس نے بادشاہ کے سامنے اپنی رپورٹ رکھی۔ تو بادشاہ نے مذہبی رسم کا حصّہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ میں اس پر یقین نہیں رکھتا۔ اس لئے مجھے معذور سمجھا جائے۔ جب یہ بات وزراء اور پادریوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اسے بُرا منایا۔ اور بعض مذہبی وزراء نے اور پادریوں نے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ ہم پھر اس تقریب میں شامل نہ ہوں گے چنانچہ آرچ بشپ آف کنٹربری نے صاف انکار کر دیا۔ اور گو ہندوستان کے اخبارات میں یہ بات شائع نہیں ہوئی لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ اس انکار پر سابق بادشاہ خود موٹر میں بیٹھ کر آرچ بشپ کو ملنے کے لئے گئے اور ان سے اصرار کیا۔ کہ آپ کو میرے مذہبی عقیدہ سے کیا تعلق ہے۔ تاجپوشی کی رسم ایک دنیوی رسم ہے۔ آپ اس میں شمولیت سے کیوں انکار کرتے ہیں۔ مگر وہ اپنے اصرار پر قائم رہے۔ جیسا کہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ انہی دنوں ملکہ میری سے بھی آرچ بشپ صاحب کی ایک لمبی ملاقات ہوئی تھی۔ اور واقعات سے اگر نتیجہ اخذ کیا جائے۔ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس ملاقات کی غرض یا تو یہ تھی کہ آرچ بشپ صاحب ملکہ کے ذریعہ بادشاہ پر اثر ڈالنا چاہتے تھے یا ملکہ اپنے بیٹے کے حق میں آرچ بشپ صاحب کو راضی کرنا چاہتی تھیں۔ بہر حال یہ ایک ناقابل تردید واقعہ ہے۔ کہ مسز سمپسن کے ساتھ متعلقہ واقعات پر باوجود علم کے خاموشی اختیار کی جاتی تھی۔ حتّٰی کہ وہ دن آ گیا۔ جب بادشاہ نے ایک اہم مذہبی رسم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب فوراً مسز سمپسن کے واقعات پر بشپ بریڈ فورڈ کی طرف منسوب کر کے جرح شروع ہو گئی۔ حالانکہ بشپ بریڈ فورڈ مسز سمپسن کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنے سے خود انکاری ہیں۔ اور صاف کہتے ہیں کہ میں نے تو یہی کہا تھا۔ کہ بادشاہ مذہب کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں۔ اور مذہبی رسوم میں حصہ نہیں لیتے۔ اور اس سے زیادہ میرا منشا نہ تھا۔

بشپ کے اس انکار سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے درحقیقت اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ لیکن یا تو سکاٹ لینڈ کے اخبارات نے ان کے مضمون کو غلط سمجھا۔ یا مصلحتاً ان کے اشارہ کو نظر انداز کر کے ایک اور اونچ

طرف منسوب کر دیا۔ تاکہ اصل مسئلہ زیر بحث نہ آسکے۔ کیونکہ دنیا کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کہ بادشاہ انگلستان بعض بالکل رسوم مسیحیت پر یقین نہیں رکھتے ایک ایسی بات تھی جسے پادری مسیحیت کے لئے مُضر سمجھتے تھے اور اسے زیر بحث نہیں لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آرچ بشپ آف کنٹربری نے اپنے بعد کے اعلان میں اشارتاً بشپ آف بریڈ فورڈ کو تنبیہ کی ہے۔ کہ انہوں نے کیوں اس مسئلہ پر عام مجلس میں روشنی ڈالی۔ اور شاہ ایڈورڈ ہشتم کی دست برداری کے بعد تو انہوں نے واضح الفاظ میں خود ہاؤس آف لارڈز میں کہہ دیا کہ وہ خوش ہیں کہ اب وہ نئے بادشاہ کی تاجپوشی میں بلا ضمیر کشی کے شامل ہو سکیں گے۔ جس کے صاف معنے ہیں کہ ان کے دل پر یہ گراں گزر رہا تھا۔ کہ سابق بادشاہ نے تخت نشینی کے موقعہ پر ایک اہم مذہبی رسم کے ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ان حالات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مسز سمپسن کے تعلقات پر غصہ حقیقی نہ تھا۔ کیونکہ وہ تعلقات بہت پرانے تھے۔ اصل غصہ بعض لوگوں کو یہ تھا۔ کہ بادشاہ نے ایک مذہبی رسم کو تاجپوشی کے متعلق کیوں منسوخ کر دیا ہے۔ مسز سمپسن کا ذکر بعض اخبارات نے دیدہ و دانستہ اس لئے چھیڑ دیا۔ تاکہ مذہب کا سوال زیر بحث نہ آسکے۔ یا بشپ بریڈ فورڈ کی تقریر کو غلط سمجھ کر ایسا کیا۔ اور چونکہ یہ مسئلہ بھی اہم تھا۔ اس نے فوراً ایک اہمیت اختیار کر لی ؛

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ کیا سوال یہ تھا۔ کہ بادشاہ ایک عورت کو قبول کریں۔ یا بادشاہت کے فرائض کو۔ یا یہ تھا۔ کہ بادشاہ ایک ایسے اصل کو اختیار کریں۔ جو بادشاہت سے بھی زیادہ تھا۔ یا بادشاہت کو۔ یقیناً سوال بادشاہت اور عورت کا نہ تھا۔ بلکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ سوال دو اصول کا تھا۔ پادریوں اور ان کے ہمدردوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہو رہا تھا۔ کہ ایک بادشاہ جسے ڈیفنڈر آف فیتھ کہا جاتا ہے۔ یعنے محافظ عیسائیت۔ اگر وہ بعض مذہبی رسوم کے ادا کرنے سے انکار کر دے۔ تو ملک کی طاقت اور اس کے اتحاد کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اور بادشاہ کے دل میں یہ سوال تھا۔ کہ جس چیز کو میرا دل نہیں مانتا میں اسے کس طرح حکومت کی خاطر تسلیم کر لوں۔ اس حد تک دونوں فریق اپنے اپنے اصول کی تائید میں جھگڑ رہے تھے۔ اور ہم دونوں میں سے کسی کو ملامت نہیں کر سکتے۔ اور اگر اس امر کے خیال سے کہ جھگڑا کئی صورتوں میں آئندہ بھی ظاہر ہوتا رہے گا۔ بادشاہ نے یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ مسز سمپسن کی بحث کے موقعہ پر ہی اس قضیہ کو ختم کر دینا چاہیئے۔ تو یقیناً انہوں نے ایک اصل کی خاطر قربانی کی۔ ہمیں اس وقت تک نہیں معلوم کہ سابق بادشاہ کے اصل عقاید کیا تھے۔ آیا صرف عیسائیت کے خلاف یا مذہب کے خلاف۔ اس لئے ہم ان کی تردید یا تائید نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ ان کا جو کچھ بھی عقیدہ تھا۔ انہوں نے اس کی خاطر ایک عظیم الشان بادشاہت کو چھوڑنا پسند کیا۔ اور یہ امر یقیناً ایک قربانی ہے۔ اور اس کا انکار کسی صورت میں بھی نہیں کیا جاسکتا باقی رہا ان کا عقیدہ سو ممکن ہے۔ کہ وہ غلط ہو۔ لیکن ایک غلط عقیدہ کے لئے بھی جو قربانی کی جائے وہ قربانی ہی ہوتی ہے۔ جنہوں نے بتوں کی خاطر جان دی۔ ہم ان کی قربانی کو غلط قربانی کہیں گے۔ لیکن ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ دیانت دار لوگ تھے۔ اور اپنے غلط عقیدہ کے لئے جسے وہ سچا سمجھتے تھے انہوں نے اپنی جان تک قربان کر کے ثابت کر دیا۔ کہ ان کی روح بلندی کے حصول کے لئے بے تاب تھی۔ گو بعض گناہوں کی شامت کی وجہ سے وہ ہدایت نہ پا سکے۔ اسی طرح سابق بادشاہ کا معاملہ ہے۔ یعنے بوجہ علم نہ ہونے کے ہم ان کے عقائد کی نسبت گو کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتے۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک طرف بادشاہت تھی اور ایک طرف ان کے ذاتی عقاید انہوں نے سب سے پہلا موقعہ جو ان کو ملا جس میں وہ بادشاہت کو ترک کر سکتے تھے۔ اسے ضائع نہ کرتے ہوئے تخت سے دست برداری دے دی۔

معاملہ کی اس منزل تک ہم پادریوں پر بھی الزام نہیں لگا سکتے۔ ان کی ایک حکومت تھی۔ اور اس کی مذہبی شکل کو قائم رکھنا ان کا فرض تھا۔ انہوں اس حد تک جو کچھ کیا وہ درست تھا۔

اب میں اس معاملہ کو لیتا ہوں جو ذریعہ بن گیا اس جھگڑے کے فیصلہ کا۔ جو اندر ہی اندر چل رہا تھا۔ کہا جاسکتا ہے۔ کہ مذہب کا جھگڑا ابھی جاری تھا۔ لیکن بادشاہ نے تخت چھوڑا تو مسز سمپسن کی شادی کے سوال پر ہے۔ پھر اسے قربانی کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں۔ درحقیقت شادی کے سوال کو اہم مذہبی سوال نے بنا دیا تھا۔ اور اسے بادشاہ بھی خوب سمجھتے تھے پس درحقیقت فیصلہ کی بنا ان اثرات پر تھی جو وہ خیالات پیدا کر رہے تھے۔ جو مذہبی جھگڑے کے نتیجہ میں بادشاہ کے دل میں پیدا ہو رہے تھے

دوم یہ کہ اس شادی کا سوال بھی ایک اصولی سوال تھا۔ پادریوں کو اس شادی پر یہ اعتراض نہ تھا۔ کہ مسز سمپسن کے اخلاق اچھے نہیں۔ اس بارہ میں سب لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ اعتراض کی وجہ یہ تھی کہ یہ عورت طلاق یافتہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسے طلاق کس نے دی تھی۔ کیا انگلستان کے اس قانون نے نہیں۔ جسے پارلیمنٹ پاس کر چکی ہے۔ اگر طلاق بری شے ہے تو پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیوں کیا تھا؟ اور اگر بری نہیں تو بادشاہ کی شادی پر اعتراض کیوں تھا؟ اور کس قانون کے ماتحت تھا؟

یہ امر بارہا واضح ہو چکا ہے۔ کہ سابق بادشاہ قانون کے مطابق شادی کرنے کا پورا اختیار رکھتے تھے۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ بادشاہ نے بادشاہت کو ایک عورت کی خاطر چھوڑ دیا کس طرح درست ہو سکتا ہے مقابلہ تو ان دو چیزوں کا ہوتا ہے جو ایک وقت میں جمع نہ ہو سکیں۔ جب قانون بادشاہ کو شادی کا پورا اختیار دیتا تھا۔ تو پھر شادی کی خاطر انہوں نے تخت کو کس طرح چھوڑا؟

غرض سوال یہ نہ تھا کہ بادشاہ شادی کریں یا تخت پر رہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور سوال تھا جس کی وجہ سے بادشاہ کو یہ طریق اختیار کرنا پڑا۔ اور وہ سوال یہ تھا۔ کہ ان پر زور ڈالا جاتا تھا۔ کہ اگر ایک مطلقہ عورت سے آپ نے شادی کی تو ملک کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ جو لوگ طلاق کے قائل نہیں وہ اس کی برداشت نہ کر کے حکومت سے الگ ہو جائیں گے۔ اور خصوصاً آئرلینڈ اور کینیڈا کا نام لیا جاتا تھا کہ ان میں کثرت رومن کیتھولکوں کی ہے جو طلاق کو نہیں مانتے۔ اگر ایسی شادی ہوئی تو وہ ناراض ہو جائینگے بادشاہ کا نقطۂ نگاہ یہ تھا کہ جب ملک نے طلاق کو جائز قرار دے دیا ہے۔ تو بادشاہ اور غیر بادشاہ میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ پس اگر اپنا جائز حق استعمال کرتا ہوں۔ تو کسی کو اس پر ناراضگی کیوں ہو۔ آخر میں اپنے اس فعل سے ملک کو کیا نقصان پہونچاتا ہوں وزراء کا جواب یہ تھا کہ شادی کے متعلق آپ کا اختیار ہے مگر ہم آپ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر آپ نے یہ شادی کی تو ملک کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ خود ہمارے ملک میں بھی گو قانون طلاق پاس ہو چکا ہے۔ مگر پادری اسے صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ پس ملک میں بھی اور ملک کے باہر بھی فساد ہو جائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر سابق بادشاہ ایام بادشاہت میں یہ شادی کرتے تو ضرور فساد ہو جاتا لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بادشاہ کے خلاف شور کرنے والے لوگ تھوڑے تھے۔ اور بادشاہ کی تائید کرنے والے لوگ زیادہ۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ملک کے مقبول اخبار جو پچاس پچاس لاکھ شائع ہوتے ہیں سب بادشاہ کے حق میں تھے۔ اور بعض ممبران پارلیمنٹ نے تو پارلیمنٹ میں صاف کہہ دیا تھا۔ کہ اگر بادشاہ نے شادی کی اور ملک سے رائے لی گئی تو ملک بادشاہ کے حق میں رائے دے گا۔ اور اس وقت بھی جو ملک میں سابق بادشاہ کے خلاف عام ناراضگی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے عورت کی خاطر بادشاہت چھوڑ دی۔ بلکہ اکثریت کو یہ ناراضگی ہے کہ کیوں انہوں نے شادی نہ کر لی۔ اور ہم پر اعتبار نہ کیا ؛

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سابق بادشاہ نے پھر کیوں شادی نہ کر لی۔ اور بادشاہت سے دست بردار

ہو گئے یا پھر کیوں تخت چھوڑا اور شادی کا خیال نہ چھوڑا سو اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اگر تخت پر رہتے ہوئے میں نے شادی کی تو ملک میں فساد ضرور ہو گا۔ گو اکثریت میرے ساتھ ہو گی لیکن پھر بھی ایک زبردست اقلیت مقابلہ پر کھڑی ہو جائے گی۔ اور اسی طرح بعض نوآبادیاں بھی شورش پر آمادہ ہو جائیں گی۔ بادشاہ نے آخری جدوجہد یہ کی کہ وزراء سے کہہ دیا۔ کہ آپ لوگوں کو ایک مطلقہ عورت کے ملکہ ہونے پر ہی اعتراض ہو سکتا ہے۔ سو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ کہ ایک خاص قانون بنا دیا جائے کہ میری بیوی ملکہ نہ ہو گی۔ لیکن وزارت نے اس سے بھی انکار کیا۔ پس صورتِ حالات یہ پیدا ہو گئی کہ ایک طرف تو اس مشکل کا واحد حل کہ بادشاہ کی بیوی ملکہ نہ ہو وزارت نے مہیا کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف بادشاہ یہ دیکھ رہے تھے کہ میرے سامنے دو چیزیں ہیں۔ ایک طرف ملک نہیں۔ بلکہ ملک کی ایک اقلیت کی خواہش کہ ایک مطلقہ عورت سے شادی نہیں کرنی چاہئے۔ اور دوسری طرف یہ سوال کہ ایک عورت جو مجھ سے شادی کے لئے تیار ہے۔ اور جس سے شادی کا میں وعدہ بھی کر چکا ہوں۔ اس کو اس وجہ سے چھوڑ دوں کہ چونکہ تو مطلقہ ہے اس لئے میرے ساتھ شادی کے قابل نہیں۔ ایک طرف ایک اقلیت ہے جسے قانون کوئی حق نہیں دیتا۔ اور دوسری طرف ایک ایسے وجود کو زیر الزام لا کر چھوڑنا ہے جسے قانون شادی کا حق بخشتا ہے۔ یقیناً ایسی صورت میں بادشاہ کے لئے ایک ہی راستہ کھلا تھا کہ وہ اس کا ساتھ دیتے جس کے ساتھ قانون تھا۔ لیکن چونکہ ایسا کرنے میں ملک میں فساد کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ میں اس عورت کی بے عزتی نہیں ہونے دوں گا جس سے میں نے وعدہ کیا ہے۔ اور میں ملک میں فساد بھی نہیں ہونے دوں گا۔ پس ان دونوں صورتوں کے پیدا کرنے کے لئے میں وہ قدم اٹھاؤں گا جس کے اٹھانے کے لئے غالباً بہت سے لوگ تیار نہ ہوں گے۔ یعنی میں بادشاہت سے الگ ہو کر ملک کو فساد سے اور اپنی موعودہ بیوی کو ذلت سے بچا لوں گا۔ اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان حالات میں یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے ملک کو ایک عورت کی خاطر چھوڑ دیا۔ اگر ملک کی اکثریت کا مطالبہ یہ ہوتا کہ وہ اس عورت کو چھوڑ دیں۔ یا قانون کا مطالبہ یہ ہوتا کہ وہ اس عورت کو چھوڑ دیں۔ تو بے شک ہم کہہ سکتے تھے کہ بادشاہ نے ایک عورت کی خاطر ملک کو چھوڑ دیا۔ مگر ملک کی اکثریت بادشاہ کی تائید میں تھی جس کا ثبوت مقبول پریس کی تائید سے اور ان مظاہرات سے ملتا ہے۔ جو ان دنوں کئے گئے۔ اور قانون بھی ان کی تائید میں تھا۔ کیونکہ قانون نے طلاق کو جائز قرار دے کر مطلقہ عورت کی حیثیت کو سوسائٹی میں قائم کر دیا ہے۔ پس جب ملک اور قانون بادشاہ کی تائید میں تھے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ بادشاہ نے ملک کو عورت کی خاطر نہیں چھوڑا۔ بلکہ ملک کو فساد سے بچانے کے لئے اور قانون کی عزت کے قیام کے لئے اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بادشاہت کو چھوڑا۔ اور یہ یقیناً ایک قربانی ہے۔ اور اس معاملہ میں ان پر اعتراض کرنے والے پادری یقیناً غلطی پر تھے اور ہیں۔

کیا یہ بات سمجھنی ہمارے لئے مشکل ہے۔ کہ ان پادریوں کی نیت ہرگز درست نہیں ہو سکتی۔ جو اس وقت تک تو خاموش رہے۔ جب تک کہ بادشاہ کے تعلقات خواہ محدود طور پر لیکن آزادانہ طور پر مسز سمپسن سے قائم تھے۔ لیکن جب وہ اس سے شادی کرنے لگے اور اپنے تعلق کو قانون اور اخلاق کی حدود میں لانے لگے۔ تو ان پادریوں نے شور مچایا۔ کہ بادشاہ کا یہ فعل ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جس عورت کا پہلا خاوند زندہ ہو۔ وہ ہماری ملکہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ بعض نادانوں نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا کہ بادشاہ چاہیں تو پرائیویٹ تعلقات اس عورت سے رکھ سکتے ہیں۔ لیکن شادی کر کے مطلقہ عورت کو عزت بخشنا ان کے لئے جائز نہیں۔ کیا ایسے لوگوں کی باتوں کو ہم معقول کہہ سکتے ہیں۔

غرض گو پہلے اور اصل جھگڑے میں جو مذہب کے متعلق تھا بادشاہ اور پادری دونوں ہی قانون اور فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے حق پر تھے۔ لیکن مسز سمپسن کی شادی کے سوال میں صرف بادشاہ حق پر تھے۔ اور ان پر اعتراض کرنے والے ملک کی اکثریت اور ملک کے قانون کے خلاف چل رہے تھے۔ اگر سابق بادشاہ بادشاہ رہتے ہوئے یہ شادی کر لیتے تو قانون یقیناً ان کی طرف ہوتا۔ ملک کی اکثریت یقیناً ان کی طرف ہوتی لیکن فساد ضرور ہوتا۔ اور اسی سے بچنے کے لئے انہوں نے تخت کو چھوڑ دیا۔

ہمارے لئے تو یہ سوال ایک اور طرح بھی اہم ہے اور وہی اس وقت میرے مضمون لکھنے کا موجب ہوا۔ اور وہ یہ کہ اس واقعہ سے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ اور آپ لگائے جانے والے اعتراضوں میں سے ایک اعتراض دور ہوا۔ پیشگوئی تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عیسائیت آپ ہی آپ پگھلنی شروع ہو جائے گی۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو گا کہ مسیحیت کی نمائندہ حکومت میں یعنی دنیا کی اس واحد حکومت میں جس کے بادشاہ کو محافظِ عیسائیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ایسے تغیرات پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ اس کے ایک نہایت مقبول بادشاہ نے مسیحیت کی بعض رسوم ادا کرنے سے اس وجہ سے انکار کر دیا۔ کہ وہ ان میں یقین نہیں رکھتا اور اعتراض جس کا ازالہ ہوا ہے یہ ہے۔ کہ **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طلاق کو جائز قرار دیا۔ اور مطلقہ عورتوں سے شادی** کی کیونکہ دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ طلاق کی ضرورت اب اس شدت سے تسلیم کی جاتی ہے۔ اور مطلقہ عورت کی عزت کو جبکہ وہ اخلاقی الزام سے متہم نہ ہو اس صفائی سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ بادشاہ اس سوال کو حل کرنے کے لئے اپنی بادشاہت تک کو ترک کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔

ایک برطانوی مسلمان کا دل اس وقت کس طرح خوشی سے اچھل رہا تھا۔ جبکہ وہ گذشتہ واقعات کو پڑھتے ہوئے یہ دیکھتا تھا۔ کہ عیسائیت کے خلاف وہی نہیں بلکہ اس کا بادشاہ بھی لڑ رہا ہے۔ اور اسلام کے کینہ دشمن کے اعتراض کو وہی دور نہیں کر رہا بلکہ اس کا مسیحی کہلانے والا بادشاہ بھی اس اعتراض کی لغویت ثابت کرنے کے لئے اپنے تخت کو چھوڑنے کو تیار ہے۔

پادری سمجھتے ہیں کہ وہ اس جنگ میں کامیاب رہے ہیں۔ لیکن ایڈورڈ کی قربانی ضائع نہیں جائے گی۔ کیونکہ وہ پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی۔ یہ بیج بڑھے گا۔ اور ایک دن آئے گا کہ انگلستان نہ صرف اسلامی تعلیم کے مطابق طلاق کو جائز قرار دے گا۔ بلکہ وہ دوسرے مسائل کے متعلق بھی وہ اسلامی تعلیم کے مطابق قانون جاری کرنے پر مجبور ہو گا بادشاہ آخر کیا ہوتا ہے؟ ملک اور قوم کا خادم اور خادم اپنے آقا کے لئے جان دیا ہی کرتے ہیں۔ ایڈورڈ نے اپنی قربانی دے کر آئندہ عمارت کی پہلی اینٹ مہیا کی ہے۔ اس کے بعد دوسری اینٹیں آئیں گی۔ اور ایک نئی عمارت تیار ہو گی۔ جس پر انگلستان بجا طور پر فخر کر سکے گا۔

خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ شاہ ایڈورڈ کے آخری ایام حکومت میں ان کے خیالات کی رَو کس طرف کو جا رہی تھی۔ لیکن جو کچھ واقعات سے سمجھا جا سکتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ مجھے اپنے ملک کے مذہب سے پوری طرح یا جزوی طور پر اختلاف ہے بعض بڑے پادریوں کو مجھ سے شدید اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔ جب وہ ایک ایسے امر سے مجھے روک رہے ہیں۔ جس کی قانون اجازت دیتا ہے۔ تو کل وہ مجھ سے اور کیا کچھ مطالبہ نہ کریں گے۔ اس وقت ملک میرے ساتھ ہے۔ ممکن ہے کل کوئی ایسا سوال پیدا ہو کہ ملک بھی میرے خلاف ہو۔ پھر ان حالات میں کیوں ملک کی ایک اقلیت کی خاطر میں اپنے وعدہ کو ترک کروں۔ اور ایک عورت کو دنیا بھر میں اس الزام سے مطعون کروں۔ کہ دیکھو یہ وہ عورت ہے جس سے ایڈورڈ نے اس وجہ سے شادی نہ کی کہ وہ مطلقہ تھی۔ پس کیوں نہ میں اس جھگڑے کا آج ہی خاتمہ کر دوں۔ اور ملک کو آئندہ فسادات سے

بچالوں۔ اس کے برخلاف وہ پادری جو سابق بادشاہ کی مخالفت کر رہے تھے۔ ان کے خیالات کی رو یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ بادشاہ مذہب عیسویت سے متنفر معلوم ہوتا ہے۔ آج موقعہ ہے۔ آئرلینڈ۔ اور کینیڈا اور کیتھولک مذہب کے زور کی وجہ سے مسئلہ طلاق میں تعصب رکھتے ہیں۔ اگر اس وجہ سے ہم بادشاہ کا مقابلہ کریں۔ تو جن دو نتائج کے نکلنے کا امکان ہے۔ دونوں ہمارے حق میں مفید ہوں گے۔ اگر بادشاہ دب گئے تو آئندہ کو ہمارا رعب قائم ہو جائے گا۔ اور اگر بادشاہ تخت سے الگ ہو گئے تو ہمارے راستہ سے ایک روک دُور ہو جائے گی:۔

خیالات کی ان دونوں رَوؤں کا مقابلہ کر لو اور پھر سوچ لو۔ کہ کیا یہ کہنا درست ہے کہ "آہ (ایڈورڈ ہشتم پر) کس قدر افسوس ہے۔ آہ کس قدر افسوس ہے"۔ یا یہ کہنا درست ہے کہ ان پادریوں پر جنہوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ایک خادم قوم اور مخلص بادشاہ کو باوجود اس کے کہ قانون اس کے حق میں تھا۔ تخت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ افسوس ہے آہ کس قدر افسوس ہے:۔

خلاصہ یہ کہ بادشاہ کے ساتھ بعض لوگوں کا (انگلستان کا نہیں) جھگڑا وہ نہیں تھا جو بعض ناواقف لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ مذہب اور قانون کے احترام کا جھگڑا تھا۔ بادشاہ اپنے منفرد مذہب پر اصرار کرتے تھے۔ اور پادری قومی مذہب پر (حالانکہ قومی مذہب مذہب نہیں سیاست ہے۔ جبکہ اس کا اثر اصولی مسائل پر بھی پڑتا ہو) اور بادشاہ قانون کا احترام کرتے ہوئے قانون پر عمل کرنے کو تیار تھے لیکن ان کے مخالفوں کا یہ اصرار تھا کہ یہ قانون دکھاوے کے لئے ہے عمل کرنے کے لئے نہیں۔ قانون طلاق کی اجازت دیتا ہے مگر مذہب نہیں۔ بادشاہ چونکہ مسیحیت کے کُلّی طور پر یا جزوی طور پر قائل نہ رہے تھے۔ انہوں نے قانون پر زور دیا جو ان کی ضمیر کی آواز کی تصدیق کرتا تھا۔ اور آخر ملک کو فساد سے بچانے کے لئے تخت سے دست برداری دے دی:۔

بعض احباب جو ایک حد تک واقعات کی تہ کو پہونچے ہیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ زندہ باد ایڈورڈ۔ یہ بھی درست ہوگا۔ مگر میں تو ان حالات کے محرکات کو دیکھتے ہوئے یہی کہتا ہوں:۔

محمدؐ زندہ باد! زندہ باد محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

خاکسار

مرزا محمود احمد

(۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء)

وصیت نمبر ۴۲۸۴

منکہ فتح محمد ولد شادی قوم ارائیں پیشہ زراعت ملازمت عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت سال ۱۹۱۳ء ساکن چھاؤنی محلہ گھماچیاں ڈاکخانہ لودیانہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

چونکہ اس وقت میری جائداد غیر منقولہ ایک مکان پختہ دو منزلہ و کچھ اراضی مالیتی تخمیناً پندرہ ۱۵۰۰ سو روپیہ کی ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ چونکہ میرا گذارہ اس وقت اس حصہ جائداد پر نہیں۔ بلکہ محکمہ پولیس میں بعہدہ کانسٹیبل بمشاہرہ مبلغ -/۲۰ روپیہ ماہوار پر ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی جو ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان کے کرتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں اس حصہ جائداد غیر منقولہ میں سے کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے کرونگا۔ تو اس کی رسید لونگا۔ جو اصل رقم مذکورہ ۱/۱۰ حصہ سے منہا تصور ہوگی۔

نوٹ:۔ بوقت وفات اگر کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اس کے علاوہ اور ثابت ہوگی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس کی تعمیل کے لئے میرے ورثاء کو کوئی عذر نہ ہوگا۔

العبد۔ فتح محمد احمدی ولد شادی قوم ارائیں چھاؤنی لودیانہ محلہ گھماچیاں بقلم خود

گواہ شد۔ محمد رمضان خلف چودھری فتح محمد صاحب احمدی موصی

گواہ شد۔ سید محمد علی شاہ انسپکٹر بیت المال قادیان

گواہ شد۔ برکت علی لائق پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ لودھیانہ

نمبر ۴۵۲۶

منکہ احمد عبد العزیز ولد شیخ امام مرحوم قوم شیخ پیشہ زراعت عمر تخمیناً ۴۵ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۳ء ساکن موضع تلاپور ڈاکخانہ اسٹیشن لنگم پلی تحصیل تعلقہ کلیگور ضلع میدک بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

(۱) میں سر دست بے کار ہوں۔ کوئی ملازمت نہیں کرتا ہوں البتہ میرے ذاتی و موروثی اراضیات قابل کاشت موضع تلاپور تعلقہ کلیگور ضلع میدک میں تخمیناً بارہ ایکڑ تری و خشکی جس کی قیمت تخمیناً چھ سو روپیہ سکہ عثمانیہ ہے اس پر میری گذر بسر ہے سالانہ تخمیناً ۱۰۰ روپے میری آمدنی ہے۔ اب تک میں سالانہ چندہ سکہ عثمانیہ دیا کرتا تھا۔ اب اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار تا زیست انشاء اللہ تعالیٰ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف دیتا رہونگا

(۲) ماسوا اراضیات مذکور کے ایک مکان مسکونہ واقع موضع مذکور قیمتی ایک ہزار عثمانیہ موجود ہے۔ اس سے متعلق بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف کرتا ہوں۔

(۳) میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائداد ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی:۔

(۴) اگر ماسوا زراعت کے ملازمت یا کوئی کاروبار کروں تو اس کی آمد پر بھی ۱/۱۰ حصہ حسب وصیت صدر دیتا رہونگا:۔

نوٹ:۔ جائداد مذکورہ صدر پر بلا شرکت غیرے میں قابض و متصرف ہوں:۔ فقط ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء

العبد:۔ احمد عبد العزیز

گواہ شد:۔ محمد عبد الحمید برادر زادہ موصی

گواہ شد:۔ عبد السلام فرزند اکبر موصی

گواہ شد:۔ نشان انگوٹھا عزت النساء زوجہ موصی

گواہ شد:۔ عبد الحکیم برادر زادہ موصی

نمبر ۴۵۳۴

منکہ غلام اکبر خان المخاطب بہ نواب اکبر یار جنگ ولد مولوی احمد شیر خان احمدی مرحوم قوم پٹھان پیشہ ملازمت سرکاری جج ہائیکورٹ عمر تخمیناً اٹھاون سال تاریخ بیعت ماہ جون سنہ ۱۹۰۸ء ساکن عنبر پیٹھ ریاست حیدر آباد دکن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم فروری سنہ ۱۳۴۵ف مطابق ۳ فروری سنہ ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری جائداد حسب ذیل ہے۔ جسکی قیمت تخمیناً ایک لاکھ عثمانیہ سے زائد ہی ہوگی۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائداد پر نہیں ہے۔ بلکہ ماہوار آمدنی بھی ہے۔ جو کہ اس وقت دو ہزار سکہ عثمانیہ ہے۔ لیکن چند سال کے بعد اگر زندہ رہا۔ تو پنشن ہو کر ایک ہزار عثمانیہ ماہوار آمدنی رہ جائیگی۔ میں تا زیست اپنی اس ماہوار آمدنی کا جبتک یہ مجھے حاصل ہوتی رہے۔ ۱/۱۰ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد غیر منقولہ جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ اس جائداد کی قیمت کے طور پر خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں داخل کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

یہ حصہ میری جائداد غیر منقولہ سے بعد وضع قرضہ ادا کیا جائیگا۔ قرضہ کا بار جائداد پر مقدم رہیگا۔ بعد ادائی دیون سب سے پہلے ۱/۱۰ حصہ وصیت ادا کیا جائیگا۔ اس کے بعد ورثاء میں جائداد تقسیم کی جائیگی۔

تفصیل جائداد غیر منقولہ جس کی وصیت کی گئی۔

۱۔ مکان معہ اراضی ۳۰ ایکڑ جس میں ایک باغ بھی ہے واقع عنبر پیٹھ قیمتی پچاس ہزار عثمانیہ

۲۔ مکان واقع ترپ بازار قیمتی پچاس ہزار عثمانیہ

قرضجات میرے ذمہ اس وقت

۱۔ فرم موسومہ بنسی لال موتی لال کا تقریباً چالیس ہزار عثمانیہ

۲۔ اور دوسرے متفرق قرضجات دس ہزار عثمانیہ کے اندر ہیں

تفصیل ان قرضجات کی اس وقت نہیں کی سکتی ہے۔ تاریخ وفات تک اس قرضہ میں جس قدر کمی و زیادتی ہوگی اس کا دائنین سے معلوم ہو سکیگا۔ ان جملہ دیون کی ادائی کے بعد جائداد غیر منقولہ کی قیمت جو وقت پر آئے۔ اس سے ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو اس وصیت کے مطابق دیا جائیگا:۔ العبد اکبر یار جنگ

گواہ شد:۔ غلام احمد فرزند اکبر موصی۔ گواہ شد:۔ فضل حق ہمشیرہ زادہ موصی

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات حضرت میر مہدی حسین صاحب موجؔ کے قلم سے

(۳)

روایت نمبر ۱۳

حضرت اقدسؑ نے مجھے امرتسر سے بعض اشیاء لانے کے لئے حکم دیا۔ فہرست میں میں نے دیکھا ایک چیز چرونجی بھی لکھی ہے جس کے نیچے آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ قوت باہ کے لئے۔ میں نے امرتسر سے یہ چیز ۲ر کی آدھ پاؤ لا کر دی میری اہلیہ محترمہ سلمہا جو شاہجہانپور کی ہے۔ اور ان کے گھر میں احمدیت ابتداء سے جلوہ افگن ہے۔ اور ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بچپن سے عشق ہے۔ اور حضرت اقدس ان کو بروقت طبع ہر ایک کتاب بھیجا کرتے تھے۔ مجھے بتایا کہ حضرت ام المومنین نے ہم کو لکھا کہ چرونجی وہاں سے بھیجو۔ تو ہم نے قریباً اڑھائی سیر پختہ پارسل کر کے بھیجی تھی۔

میں نے ایام عارضہ چشم میں جبکہ میری آنکھ فروری ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن نے بنائی۔ ایک دوست کی معرفت ایک پاؤ منگوائی تھی جس کے کھانے سے مجھے بہت طاقت ملی۔ اور آنکھ جلدی درست ہو گئی۔ یہ چیز کسی غیر ملک سے آتی ہے۔ مگر ہندوستان میں کثرت سے آتی ہے۔ غالباً یوپی کے کسی پہاڑ سے آتی ہے۔ مگر بہت مفید چیز ہے۔ پستہ اور بادام سے زیادہ نفع رساں ہے۔ میں نے حضرت کا یہ نسخہ بھی آزمایا ہے۔ دوسروں کو بھی ترغیب دیتا ہوں کہ ہندوستان کے رہنے والوں سے منگا کر فائدہ اٹھائیں۔ جلسہ پر آنے والے احباب تحفہ بھی بنا سکتے ہیں۔ اور تجارت بھی کر سکتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۴

۱۹۰۱ء میں جب میں نے ہجرت کر کے قادیان میں قیام اختیار کیا۔ اور ایک نظم لکھی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔ کہ

خدایا شکر ہے تیرا کہ مجھ کو قادیاں لایا

تو حضرت اقدسؑ نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ ہمارے لنگر میں بالن (ایندھن) نہیں رہا۔ تم دیہات سے اوپلے تلاش کر کے لاؤ۔ اور چار روپیہ مجھ کو قیمت اور کرایہ گڈہ کے لئے دیئے۔ اور فرمایا کہ آج شام تک بالن آجانا چاہیئے تا صبح کو روٹی پک سکے۔ میں نے سوچا کہ میں علاقہ سے ناواقف ہوں شام تک کس طرح لا سکوں گا۔ یہ سوچ کر میں مسجد مبارک کے اوپر چڑھ گیا۔ اور منارہ موجودہ کے قریب کھڑا ہو کر دعا کرنے لگا۔ کہ یا الٰہی تیرے مسیح نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔ اور میں بالکل اس کام سے نابلد ہوں۔ مجھے یہ تبلا دیا جائے کہ کس سمت کو جاؤں۔ جہاں سے شام تک لے کر آجاؤں۔ یہ دعا میں نے بڑے الحاح سے منارہ کی طرف اوپر کو منہ کر کے کی۔ دو تین مرتبہ مانگنے کے بعد مجھے ایک غیبی آواز سنائی دی کہ ریگستان ہے میں اس کا مطلب نہ سمجھا اور عرض کی کہ حضور مجھے سمت تبلا دی جائے (میرے پاؤں میں ایک زخم تھا جس کی وجہ سے فقرہ مذکور القاء ہوا۔ پھر مجھے یہ سمجھ آگئی کہ خداوند جل شانہ نے ازراہ کرم و غریب نوازی فرمایا ہے کہ ریگستان میں چلنے سے زخم کو نقصان ہوگا۔ میں نے پھر عرض کی کہ حضور میں لنگڑا ہی چلا جاؤں گا۔ مگر مجھے ملنے کی سمت تبلا دی جائے۔ جہاں سے میں شام تک فائز المرام ہو کر واپس آسکوں۔ اس پر پھر مجھے غیبی آواز نے بشارت دی کہ یہیں آجائیگا کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ میں نے یہ سن کر سجدہ کیا اور عرض کی کہ مسیح کے کام اسی طرح کرو گے تو پورے ہوں گے۔ اور میں اطمینان سے وہیں بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر میں مجھے فکر ہوئی کہ نہ میں نبی ہوں نہ ولی ہوں ایسی پیشگوئی اگر شام تک پوری نہ ہوئی تو میں حضرت کو کیا جواب دوں گا۔ نبیوں کی پیشگوئیاں اور وعدے بھی دوسرے وقت پر جا پڑتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو میں تو منہ نہ دکھا سکوں گا۔

پھر مجھے یہ خیال آیا کہ ایک نمبردار اگر کسی فقیر یا میراسی کو کہہ دے کہ شام کو کھانا میرے گھر کھا لینا۔ تو وہ اطمینان سے شام تک رہتا ہے۔ اور کھانا مل جاتا ہے۔ کیا ہمارا خدا ایک نمبردار جیسا بھی نہیں۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں۔ یک در گیر و محکم گیر۔ پس مجھے خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ میں اطمینان سے پھر بیٹھ گیا۔ ۱۲ بجے کے قریب میں نے سوچا کہ یہ کام تو خدا نے کر ہی دینا ہے اب میں نیچے جا کر نماز کی تیاری کر لوں ؎

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا میری جو شامت آئے
اوٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیئے

جونہی کہ میں نے مسجد میں قدم رکھا۔ حضرت اقدسؑ کی خادمہ المعروف دادی نے مجھے دیکھتے ہی خشمگین لہجہ میں کہا کہ تجھے تو حضرت نے بالن خریدنے کے لیئے بھیجا تھا تو اب تک نہیں گیا۔ دیکھ میں حضرت سے جا کر کہتی ہوں۔ لنگر والے صبح کو کیا کریں گے

میرے دل میں یہ بات گذری کہ یہ حضرت کے پاس رہتی ہے الہامات سنتی ہوگی۔ اس کو کہا کہ دادی گھبرانیکی بات نہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہام سے تبلایا ہے کہ بالن یعنی اوپلے یہیں آجائیں گے۔ اس نے غصہ میں آکر کہا کہ ہاں تو کہتا ہے کہ جب تک مجھے الہام نہ ہوگا میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ دیکھ میں جا کر حضرت کو خبر کرتی ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ اندر چلی گئی۔ اور حضرت کو کہہ دیا کہ وہ ابھی تک کہیں نہیں گیا ہے۔

مجھے اس خوف سے کہ حضرت اقدسؑ سے کہنا پڑیگا کہ الہام ہوا ہے (ایک فقیر بادشاہ کے سامنے کہاں کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس ایک پیسہ ہے) بہت تردد ہوا اور میں سیڑھیوں سے جلدی اتر کر ٹالہ والے دروازہ کی طرف بھاگا۔ اور جی میں کہتا تھا کہ کوئی پیچھے سے آواز نہ دیدے کہ حضرت نے بلایا ہے۔ جب میں سابقہ اڈہ خانہ پر پہونچا تو فکر ہوئی کہ اب کیا کروں۔ آخر یہی بہتر معلوم ہوا کہ سیکھواں جا کر وہاں کے دوستوں سے کہوں کہ میری مدد کریں میں ناواقف ہوں۔ جب میں تھوڑی دور چلا۔ تو پھر دل میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کا خیال آیا کہ خدا تعالیٰ تو یہاں ہی انتظام کرنا چاہتا ہے میں باہر جا کر کیا کروں گا۔ یہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ لہٰذا پھر اس خیال سے کہ کہہ سکوں کہ میں چاروں طرف پھر کر آیا ہوں قادیان کے گرد چکر لگا کر وضو کر کے مسجد مبارک پر چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب تکبیر کی آواز سنی۔ تو پیچھے اور آخری صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اور معاً اوپر چلا گیا۔ اور خدا تعالیٰ سے عرض کرتا رہا کہ مجھے حضرت سے شرمندہ نہ ہونے دینا۔ جب عصر کا وقت قریب آیا۔ [illegible] خادم حضور انور نے جو پہاڑیا کہلاتا تھا۔ اور علاج کرانے آیا پھر یہیں رہ گیا تھا۔ نیچے سے مجھے آواز دی کہ تم یہاں کیا بیٹھے ہو پہاڑی دروازہ پر بالن کے گڈے آئے ہیں۔ چلو خریدو۔ میں نے شکر کا سجدہ کیا کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کو پورا کر دیا۔ جب میں اس کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ بڑ کے درخت کے قریب جہاں اس وقت قبریں تھیں چار گڈے کھڑے ہیں۔ تین میں لکڑی کا پوست یعنی چھلکا ہے اور ایک میں اوپلے ہیں۔ میں نے سب جا کر میں نے اوپلے ہی لینے ہیں۔ مگر اس کے قریب ۱۲ آدمی گاہک کھڑے تھے جو ۱۲ آنہ سے شروع کر کے ایک روپیہ بارہ آنہ تک قیمت کر چکے تھے۔ میں نے دیکھ کر ماہرانہ لہجہ میں کہا کہ مجھے خوب علم ہے کہ اس میں کس قدر بالن ہے۔ اسی اثناء میں میاں نجم الدین صاحب مرحوم نے جو اس وقت

مدرسہ کے باورچیخانہ کا اہتمام کرتے تھے کہہ دیا کہ میں ایک روپیہ چودہ آنہ دوں گا۔ میں نے کہا اس میں ایک روپیہ ۱۲ آنہ سے زیادہ ایک پیسہ کا بالن نہیں ہے۔ میں صرف اس قدر دوں گا۔ اور جس کی مرضی ہو کوئی لے لے۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ اور دعا کی کہ الٰہی بارہ آدمی میں سے تو ہی ہے جو اس گڈہ کو مجھے دلا دے۔ ورنہ یہ ملتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ یہ بھیریے خرید لیں گے۔

میں وہاں سے دعا مانگتا ہوا واپس ہو کر مسجد مبارک کی چھت پر جا بیٹھا۔ کہ اے خدایا ایندھن کا گڈہ آ تو گیا ہے مگر بغیر تیری مدد کے ہاتھ نہیں آتا۔

میرے چلے آنے کے بعد سارے مشتری وہاں سے چلے گئے۔ گڈہ والا حیران ہوا کہ اب کیا کروں۔ رات قریب آ گئی۔ واپس کس طرح جاؤں گا۔ یہاں کوئی لینے والا نہیں۔ پیرا نداتا کوہستانی خادم حضورؑ نے جو وہاں کھڑا تھا۔ کہا کہ ہمارا منشی کہہ گیا ہے کہ ۱عہ میں دو تو دیں گے۔ مالک نے کہا کہ کوئی لینے والا بھی ہو۔ اس نے کہا میرے ساتھ گڈہ لے چلو میں تم کو یہ قیمت دلا دوں گا۔ مالک راضی ہو گیا۔ اور گڈھہ لے کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ پیرا نداتا مرحوم نے مجھے مسجد کے اوپر بیٹھا دیکھ کر کہا کہ نیچے آ کر گڈہ بالن کی قیمت دے دو۔ میں نے پھر سجدہ شکر ادا کیا اور گڈہ خالی کرا کر قیمت اس کو دے کر رخصت کیا۔

اس کے بعد میرے دل میں یہ آیا کہ میں حضرت اقدسؑ کو اس خدمت کی انجام دہی کی خبر کر دوں۔ پھر انکساری نے غلبہ کیا کہ یہ کیا خدمت ہے جو تو نے کی ہے۔ کوئی بڑی خدمت ہو تو اس کا ذکر بھی کیا جائے۔ خدا تعالیٰ حضور کو خود ہی الہام سے اطلاع کر دے گا۔ میرے کہنے کی ضرورت نہیں۔

صبح کے وقت حضرت اقدس سیر کے لئے تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ احادیث کا بیان پیشگوئیوں کا ذکر۔ اپنے مسیح ہونے کے دلائل لوگوں کو سمجھاتے رہے۔ جس جگہ اب مدرسہ احمدیہ ہے یہاں ایک سڑک حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے بنوائی تھی جس پر اب عمارت مدرسہ کھڑی ہے۔ اس کے دیکھنے کے لیئے واپسی پر ادھر آ گئے تھے۔ تو لطیفہ کے طور پر یہ بیان فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک مہدی حسین مہمان آیا ہے ہم نے اس کو ایندھن لینے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک مجھ کو الہام نہ ہوگا میں ایندھن لینے کو نہ جاؤں گا۔"

یہ خلاصہ اس رپورٹ کا ہے جو خادمہ نے میری نسبت آپ کو دی تھی۔ میں نے الفاظ نہیں سنے۔ لوگ سن کر میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات حضورؑ نے فرمائی ہے۔ لوگ ہنستے جاتے تھے اور کچھ نہ بتاتے تھے۔ آخر ایک شخص نے کہا کہ تمہاری نسبت کچھ فرمایا ہے۔ میں نے کہا مجھے بتلاؤ کیا فرمایا ہے تا کہ میں اس کا جواب دوں۔ مگر کسی نے نہ بتلایا۔ بعد میں آشنا کسی سے سنا کہ فرمایا کہ بے علم جاہل آدمی ہے۔ ایسے آدمی کو اگر ہم لنگر کا کام سپرد کر دیں تو آج ہی بند ہو جائے۔

میں نے اس کو تو خوشی سے قبول کیا۔ مگر اصل بات معلوم ہونے پر میں آگے بڑھا۔ کہ حقیقت تبلاؤں۔ مگر حضورؑ اندر تشریف لے جا چکے تھے۔ پھر مجھے موقعہ نہیں ملا کہ اس کی بابت عرض کروں۔ مگر جن لوگوں نے حضورؑ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تھے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت سے آپ کی نسبت یہ سنا ہے اسی کو صحیح مان سکتے ہیں۔

امیر پیغام جو قادیان سے منقطع ہو کر لاہور میں اپنا مشن قائم کئے بیٹھے ہیں۔ اپنے حجرہ میں بیٹھ کر کہا کرتے ہیں کہ قادیان میں ایسے جاہل مہمان رہتے ہیں۔ جو الہام کو ہر ایک بات میں پیشوا بناتے ہیں۔ میں ان سے باادب عرض کرتا ہوں کہ آپ کا گروہ تو الہام سے منکر بلکہ حضورؑ کی نبوت سے منحرف اور شاتم النبوت ہے۔ لیکن اس طرح کی دعا جو ہم روزہ قبول ہوئی۔ اگر آپ کو کبھی نصیب ہوتی۔ تو آپ قادیان چھوڑ کر حضورؑ کے الہام لاہور میں ایک ..... ہے کے مصداق نہ بنتے۔ قسمت نے آپ کو یہاں سے نکالا۔ اور اب تک حضورؑ کے الہام کے مطابق پاس آ کر نہیں بیٹھتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

روایت نمبر ۱۵

مسجد مبارک میں ظہر کے وقت کچھ مہمانوں نے حضورؑ سے سوال کیا کہ جو شخص آپ کو برا نہ کہے اور بیعت بھی نہ کرے۔ آپ کے نزدیک وہ کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اگر ہم کو اچھا سمجھتا ہے تو بیعت کیوں نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ بیعت میں تو اس کو تردد ہو۔ اور آپ کو نیک انسان اور خدا دوست جانتا ہو آپ اس کو کیا کہیں گے۔ تو حضورؑ نے فرمایا کہ یہ سوال تم اپنے علماء سے کرو۔ وہ امام مہدی جو آنے والا ہے اس کی بیعت نہ کرنے والے کو وہ کیا سمجھتے ہیں۔ اور مہمانوں نے کہا کہ حضرت وہ تو اس کو کافر کہتے ہیں۔ تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ بس ہم وہی ہیں جس کی بیعت نہ کرنے والے کو وہ کافر سمجھتے ہیں۔ انہیں کی زبان سے فیصلہ ہو گیا۔ اس پر سائل خاموش ہو گئے اور ہم کو عرفان حاصل ہو گیا ؞

روایت نمبر ۱۶

حضرت اقدسؑ نے مجھے ایک بلٹی لانے کے لئے بٹالہ بھیجا۔ جو ڈاکٹر محبوب عالم صاحب مرحوم نے کیوڑہ کی گاگر حضورؑ کے لئے جے پور سے بھیجی تھی۔ بٹالہ کے بکنگ کلرک نے دینے سے انکار کیا کہ اس کا محصول ادا نہیں ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ محصول ادا شدہ ہے۔ وہ کہنے لگا کہ حساب کی رو سے محصول کم دیا گیا ہے۔ ایک روپیہ اور چاہیئے۔ میں قاضی نعمت علی صاحب عرضی نویس بٹالہ کے پاس گیا کہ ایک روپیہ محصول کے لئے چاہیئے۔ ... انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب کی تحریر لاؤ۔ اس پر ہم کو روپیہ دیں گے۔ میں نے کہا کہ اگر حضرت صاحب تک میں پہنچوں تو پھر آپ سے لینے کی کیا ضرورت ہے۔ وہاں سے مایوس ہو کر میں ایک صاحب میاں اللہ رکھا احمدی کے پاس گیا۔ جو قالین کے کارخانہ میں کام کیا کرتے تھے۔ اور اکثر حضورؑ کی خدمت میں حصہ لیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھے بیچون و چرا روپیہ دے دیا۔ میں بلٹی چھوڑا کر حضورؑ کے پاس لایا۔ اور روپیہ جو قرض دے کر دیا تھا۔ حضور سے طلب کیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ محصول ڈاکٹر صاحب نے دے دیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضورؑ بٹالہ کا کلرک کہتا تھا کہ حساب کے رو سے محصول کم دیا گیا ہے۔ ایک روپیہ اور چاہیئے۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ ہم کم دینا ہی کب چاہتے ہیں جی!! ان الفاظ کو سن کر میرے اندر بجلی کی طرح ایک رو پیدا ہو گئی۔ کہ مہدی آخر الزمان کی کیا ہی اچھی تعلیم ہے۔ کہ ہم کسی کو اس کے حق سے کم دینا ہی نہیں چاہتے۔ یہ لا تَظلمون ولا تُظلمون کے عین مطابق ہے حضرت اقدس نے مجھے ایک روپیہ لا کر دے دیا۔ اور میں نے میاں اللہ رکھا مرحوم بٹالہ والا کو پہنچا دیا۔

میں نے میاں اللہ رکھا مرحوم بٹالہ والا کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا ہے کہ اس کی یادگار بھی قائم اور تازہ ہو جائے۔ خدا تعالیٰ اس کی مغفرت کرے بہت سی خدمات بڑے شوق سے انجام دیا کرتے تھے۔ بٹالہ کی بستی میں ایسا خدمت گذار میں نے اور کوئی نہیں پایا اللھم ارحمہ واغفر لہ ؞

وصیت نمبر ۴۵۳۱

منکہ سید جعفر ولد سید احمد قوم سید پیشہ تجارت عمر تخمیناً ۶۰ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۱۷ء ساکن حیدر آباد ڈاکخانہ جنرل پوسٹ آفس حیدر آباد دکن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/ نومبر ۱۹۳۵ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میں سید جعفر ولد سید احمد ساکن رام کوٹ سلطان بازار حیدر آباد دکن لکھ دیتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں۔ اس بات پر کہ میری اس وقت کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ بلکہ قرضہ ہے۔ میری پہلی بیوی غیر احمدی اپنے بھائی کے زیر پرورش ہے۔ دوسری بیوی اور چار صغیر سن بچے احمدی ہیں۔ مجھے بیعت کا شرف حضرت امامنا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر حاصل ہے۔ جسکو پندرہ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ میری آمد اس وقت صرف تیس روپے ماہوار سکہ عثمانیہ پر گزارہ ہے جس میں دسواں حصہ آمد بمد وصیت ماہانہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد وغیرہ ثابت ہو۔ تو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی لہذا یہ چند کلمہ بطریق اقرار نامہ وصیت نامہ لکھ دیا کہ سند رہے۔

العبد۔ سید جعفر احمدی بقلم ۲۱/۱۱/۳۵
گواہ شد۔ بشارت احمد امیر جماعت
گواہ شد۔ سید محمود حسین برادر زادہ موصی
گواہ شد۔ عبد القادر سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ حیدر آباد دکن

اسلامی دنیا

شام میں فرانسیسی دور حکومت پر ایک نظر

(۴)

حکومت کی سیاسی غلطیاں

امیر سلیم کی موت کا بہانہ

امیر سلیم کی موت نے فرانسیسی حکومت کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک جدید راستہ کھول دیا۔ متعدد اشخاص کو حکومت کے ایجنٹوں نے ابھارا۔ کہ وہ حاکم جبل بننے کے لئے جدوجہد کریں۔ جب ایسے امیدوار پیدا ہو گئے تو بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا والی مثال صادق آئی۔

حکومت نے کہا چونکہ کئی آدمی امیدوار پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ایک سرکاری آدمی قائمقام گورنر بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ کیپٹن کاربیہ کو گورنر بنا دیا گیا۔ مگر یہ بھی دھوکہ تھا۔ ایک ماہ کے بعد کاربیہ کو مستقل گورنر بنا دیا۔ اس امر نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔

ادہم خنجر کی گرفتاری

ایک سرز نوجوان تھا۔ اس پر حکومت نے ایک مقدمہ چلایا۔ کہ وہ جنرل گورو کو قتل کرنا چاہتا ہے ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء کو وہ سلطان پاشا اطرش کے ہاں مہمان تھا۔ سلطان خود موجود نہیں تھا۔ حکومت اسے سلطان کے مکان سے زبردستی اٹھا کر لے گئے۔ سلطان جب آیا تو اسے بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے آکر تار دی کہ

میرے مہمان کی توہین اور میری موت یکساں ہیں۔

مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

یہ واقعہ بظاہر معمولی معلوم ہوتا ہے۔ حکومت بھی خیال کرتی تھی کہ سلطان پاشا اطرش حکومت کی قوت اور طاقت کے مقابلہ میں کر ہی کیا سکتا ہے۔ مگر جہانتک سیاست دانوں کا تعلق ہے وہ سمجھتے ہیں کہ کسی قوم کے جذبات اور احساسات کے ساتھ کھیلنا دانشمندی کا کام نہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو حکومتوں کے تختے الٹ کر رکھ دیتی ہے۔

سلطان پاشا کی تار پہ لاپرواہی کا سلوک خرمن امن پر بجلی کا باعث تھا۔ سلطان نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے حالات رکھے۔ اور ایک وفد لے کر دمشق کو روانہ ہوا۔ تاکہ صدائے احتجاج بلند کر سکے۔

حکومت کے محکمہ کارخاص نے غلط رپورٹیں پہلے سے دے رکھی تھیں۔ ان رپورٹوں کی وجہ سے راستہ میں ہی جنرل ٹرانکا کی فوجی گارد مل گئی۔ فوج نے سلطان کے آدمیوں پر گولی چلانے میں پہل کی۔ فوج کے پاس مسلح موٹریں۔ جنگی ٹینک اور مشین گنیں تھیں۔ انہوں نے سلطان پر گولی چلائی۔ سلطان زخمی ہوا۔ تب وہ زخمی شیر کی طرح تلوار سے حملہ آور ہوا۔ اور اس بہادری سے لڑا کہ عربوں کی گذشتہ بسالت اور جوانمردی کی یاد تازہ ہو گئی۔

فوجی گارد کے سپاہی قتل ہو گئے۔ اور سامان جنگ فتحمندی کے ساتھ سلطان پاشا سامان جنگ کا مالک ہو گیا۔

غلطی پر غلطی

اس پر حکومت کا ہوائی بیڑا حرکت پر آ گیا۔ اور سلطان کے گاؤں پر اس قدر گولہ باری کی گئی۔ تمام گاؤں تباہ ہو گیا۔ مکانات مسمار اور منہدم ہو گئے۔ سلطان پاشا نے بھاگ کر اپنی اور اپنے کنبہ کی جان بچائی۔ اور شرق اردن کی حدود میں پناہ گزیں ہو گیا۔

حکومت نے سلطان کو گرفتار کرنے کے لئے طرح طرح کے جال بچھائے۔ مگر وہ قابو نہ آیا۔

آخر

حکومت نے یہ تجویز کیا کہ ہم سلطان کو معافی دے دیتے ہیں۔ مگر اس کے لئے کچھ شرطیں مقرر کرتے ہیں۔ چنانچہ سلطان کو معافی ہو گئی۔ مگر حکومت نے پھر اس عہد کی پابندی نہ کی۔

سلطان نے بالکل گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ مگر حکومت اس سے اور وہ حکومت سے بدظن رہا۔

کیپٹن کاربیہ ایک ایسا شخص تھا۔ جسکی عقل و تدبر کا دیوالہ نکلا ہوا تھا۔ اس کی پالیسی دروز کو ذلیل کرنے والی تھی۔

چنانچہ اخبار نیویارک نے ایک اشاعت میں لکھا کہ:۔

کیپٹن کاربیہ اکثر کہا کرتا ہے کہ میں ایک عجیب و غریب ملک کا شاہنشاہ ہوں۔ دروز سوروں کا ایک ریوڑ ہے۔ اور میں ان کے ساتھ شوروں کا سا سلوک کروں گا۔

ایک اور اخبار ایکو دی پاری نے لکھا کہ:۔

جبل دروز کے اضطراب کی تاریخ کیپٹن کاربیہ اور جنرل سرائیل کی غلطیوں سے شروع ہوئی ہے۔

کاربیہ اکثر دیہات کا دورہ کیا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو مجبور کیا کرتا تھا۔ کہ وہ اس کا شاہانہ استقبال کیا کریں۔ اور جو لوگ اس کا شاندار استقبال نہ کرتے وہ ان کو جرمانے کرتا اور کوڑے لگواتا۔

مہمان نوازی کی مخالفت

عرب ہمیشہ سے مہمان نواز چلے آئے ہیں۔ ان کی مہمان نوازی پر کوئی پابندی لگانا ایک خطرناک غلطی تھی۔ کاربیہ نے ایک حکم یہ بھی دیا۔ کہ کوئی شخص جبل میں کسی کا مہمان نہ ہو۔ بلکہ ہوٹل میں اترے۔

دروز نے حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ ایسا نہ کیا جائے جو ہمارا مہمان ہو اسے مجبور نہ کیا جائے۔ اور جو ہوٹل میں اترے ہم مجبور نہ کریں گے۔ مگر حاکم نے تسلیم نہ کیا۔

دروز نے ایسا حکم ماننے سے انکار کیا۔ اس کے نتیجہ میں بڑے بڑے سردار گرفتار کر لئے گئے۔ اور ان کو پتھر کوٹنے کی مشقت دی گئی۔

دروزی بہادر یہ سب کچھ دیکھتے۔ اور ان کے منہ سے ایک آہ نکلتی اور خاموش ہو جاتے

بلی گم ہو گئی

کیپٹن کاربیہ کے تشدد کی ایک اور مثال لیفٹیننٹ موریل کاربیہ کا معاون اور دوست تھا۔ اس کی ایک بلی گم ہو گئی۔ کاربیہ نے عام منادی کرا دی کہ موسیو موریل کی بلی گم ہو گئی ہے۔ اگر یہ بلی ۲۴ گھنٹے تک نہ ملی تو سویدا کے ہر گھر پہ جرمانہ کیا جائے گا۔ چنانچہ بلی نہ مل سکی جس کے بدلے میں لوگوں کو جرمانہ اور جیل اور ہنٹروں کی سزا ہوئی۔ اور یہ صرف لیفٹیننٹ موریل کی بلی کے لئے ہوا۔ ان مظالم کی وجہ سے لوگ تنگ آ چکے تھے کہ ۱۹۲۵ء میں کاربیہ رخصت پہ فرانس میں چلا گیا۔ اس کی جگہ بھی کیپٹن رینو حاکم مقرر کیا گیا۔

جنرل رینو نے اپنے حسن سلوک کی وجہ سے پبلک کے دل میں گھر کر لیا۔ جب کاربیہ کی رخصت ختم ہونے کے قریب آ گئی تو چھبیس ۲۶ معززین کا ایک وفد دمشق گیا۔ تاکہ جنرل سرائیل حاکم عام سے ملے اور اس سے درخواست کرے کہ کاربیہ کو کسی اور جگہ لگا دیا جائے۔ اور اس کی جگہ رینو کو رہنے دیا جائے۔

جنرل سرائیل ایک ناچ کی مجلس میں تھا۔ اس نے وہیں سے جواب دیا کہ:۔

وفد کو کہہ دو کہ جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جائے

اور باریابی کا موقع نہ دیا۔

۱۸ر جون کو نسیب بے اطرش نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور کہا کہ میں فرانسیسیوں کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں رکھتا لیکن کاربیہ کو آج کے بعد جبل دروز میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں بعض اہم امور جنرل سرائل کو بتانا چاہتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ کیپٹن رینو کو حاکم مقرر کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں اپنی قوم کے پاس بالکل مطمئن جاؤنگا۔

جنرل سرائل نے نسیب بک کو بھی ملنے سے انکار کیا۔ تب نسیب بک نے کہا کہ:۔

اب بندوقوں کے منہ بات کریں گے۔

کیپٹن رینو نے جو ایک مخلص محب کو ،حاکم تھا۔ جنرل سرائل کو درست اور صحیح حالات سے آگاہ کیا۔ سرائل نے اس کی قدر نہ کی۔ اور رینو کے مشوروں کو بھی ٹھکرا دیا۔

بلکہ

رینو کو گورنری سے معزول کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ تومندان ٹومی مارٹن بھیجا گیا۔ جس کی پالیسی یہ تھی کہ کاربیبہ کے لئے راستہ صاف کرے۔

دروز نے اس کا استقبال کیا اور کہا کہ ہم حکومت فرانس کے دشمن نہیں۔ بلکہ ایسے اشخاص کے دشمن ہیں جو دراصل حکومت سے غداری کرتے ہیں۔

ٹومی مارٹن کے زمانے میں ایک اور حماقت ہوئی۔ کاربیبہ کے لئے اس طرح راستہ صاف کرنے کا فیصلہ کیا کہ تمام اکابر کو گرفتار کر لیا جاوے۔ چنانچہ جنرل سرائل نے ایک دعوت کی۔ اور جس قدر رؤسا وہاں گئے سب کے سب گرفتار کر لئے گئے۔ اس سے پہاڑوں میں آگ لگ گئی۔ لوگوں میں جوش پھیل گیا۔ اس کو دبانے کے لئے ہوائی جہاز بھیجے گئے۔ ان میں ۱۶۶ آدمی تھے۔ جو دروزیوں نے سب قتل کر دئیے۔ صرف ۶ آدمی بچ سکے۔ ٹومی مارٹن لوگوں کو پکڑ پکڑ کر جیل میں بھرنے لگا۔

سلطان باوجود اس کے کہ سیاست سے الگ تھا اس کی گرفتاری کے لئے چار آدمی بھیجے گئے۔ سلطان نے ان اشخاص کو خود گرفتار کر لیا

ان مظالم سے تنگ آکر جبل دروز میں بغاوت کی چنگاری پھوٹ پڑی۔

پہلا حملہ ۱۶ جولائی ۲۵ء کو بغاوت کا پہلا حملہ گرز نامی گاؤں میں ہوا۔ ۱۹ فرانسیسی قتل ہوئے۔

حکومت نے انتظام کے لئے چار ہزار سپاہی بھیجا۔ سویدا پر مڈھ بھیڑ ہوئی۔ باغیوں نے دل کھول کر لڑائی کی۔ اگرچہ اپنے پچاس آدمی قتل کرا دیئے۔ مگر حکومت کی فوج میں اس قدر قتل عام کیا کہ فوج تتر بتر ہوگئی۔ اور لاکھوں روپیہ کا مال باغیوں کے قبضہ میں آگیا۔ جس میں توپیں اور اسلحہ بھی تھا۔

اس شکست نے

حکومت کو حیران کر دیا فرانس میں تاریں گئیں کہ شام میں بغاوت ہوگئی۔ جنرل گاملن کو فرانس سے قیادت کے لئے بھیجا گیا۔ اس نے پچاس دن تک جنگ کی تیاری کی۔ توپیں مشین گنیں۔ ہوائی جہاز۔ الغرض ہر قسم کا سامان جنگ مہیا کیا گیا حکومت شدید انتقام لینے پر تل گئی۔ اور فوج لے کے چل پڑی۔ سیفرہ پر حکومت کی فوج اور باغیوں کی جنگ ہوگئی۔ دروزی بہادروں نے فیصلہ کیا کہ:-

اگر زندہ رہیں گے تو عزت کی زندگی زندہ رہیں گے۔ ورنہ عزت کی موت مر جائیں گے۔

جنگ ہوئی اور خوب ہوئی۔ فرانسیسی فوج کا سات سو سپاہی کام آیا۔ اور دروزی بہادر

تین سو میدان جنگ میں عزت کی موت مر گیا

سویدا میں جنرل گاملن

سویدا جبل دروز کا قلب ہے۔ جنرل گاملن نے اس کا رخ کیا۔ مگر یہاں کسی نے اس کا مقابلہ نہ کیا۔ وہ شہر کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ لیکن رات کی تاریکی میں سویدا کے گرد جو پانی کی نہر ہے وہ یکدم خشک کر دی گئی۔ اور شہر کو آگ لگا دی گئی۔ اور شہر کو تین طرف سے باغیوں نے گھیر لیا۔ اور گولیاں چلنے لگیں۔ اور بندوقوں کے منہ باتیں کرنے لگے۔ حکومت کی فوج گھبرا گئی۔ اور ایسی پراگندہ ہوئی۔ اپنا ایک ہزار آدمی ... ہلاک کرا کے اور جنرل گاملن کو رات ہی رات میں شہر خالی کرنا پڑا۔

عرمی میں جنگ

شکست خوردہ گاملن عرمی میں گیا۔ اور چھ گھنٹہ جنگ کرتا رہا۔ مگر یہاں بھی تین ہزار مجروح اور مقتول چھوڑ کر بھاگا۔ باغیوں نے اس جگہ مال غنیمت کے علاوہ ۲۱۵ آدمی حکومت کے گرفتار کر لئے۔

اس شکست نے حکومت کے غرور کو توڑ دیا۔ اس حالت کو دیکھ کر ملک میں باغیوں کے گروہ ادھر ادھر پھرنے لگے۔ حکومت کا وقار خاک میں مل گیا۔ وہ جگہ جگہ لوٹ مار کرنے لگے۔ حکومت نے دیہات میں یہ خیال کر کے کہ باغی دیہات میں پناہ گزین ہوتے ہیں گولہ باری شروع کر دی۔

باغیوں کا دبدبہ اس قدر بڑھا کہ وہ دمشق تک پہنچ گئے حکومت نے اس وقت آخری خطرناک غلطی کی۔ اور دمشق پر جو صدیوں کا نہیں بلکہ ہزارہا سال سے پرانا شہر چلا آرہا تھا وہاں بے دردانہ طریق پر توپوں کے منہ کھول دیئے۔ بازاروں میں فوجی دمدمے بنائے گئے۔ دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ بے گناہ آدمی قتل کئے گئے اور عورتوں کی عصمت دریاں کی گئیں۔ اور حمل گرائے گئے۔ اس حماقت اور تشدد کا نتیجہ ہوا۔ کہ وہ لوگ جو اس بغاوت سے ہمدردی نہیں رکھتے تھے۔ وہ بھی تلواریں لے کر میدان جنگ میں کود پڑے۔ اور باغیوں سے مل گئے۔

حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو کر ہل گئیں۔ تمام مہذب دنیا میں شور پڑ گیا۔ جنرل سرائل نے فرانس سے مزید فوج طلب کی۔ تب حکومت فرانس کے اخبارات نے ایک ہنگامہ خیز سلسلہ مضامین لکھنا شروع کیا۔ تب مدبرین فرانس کی آنکھیں کھلیں اور جنرل سرائل جو ناچ گھر میں بیٹھ کر ملک کے معززین سے ملنے سے انکار کرتا تھا اپنے منصب ساحی سے معزول کیا گیا۔

اور حکومت نے از سر نو جدید عہد و پیمان ملک سے کئے۔ تب امن و امان قائم ہوا۔

یہ امور جو میں نے پیش کئے ہیں۔ ان کو پڑھنے والا آسانی سے غور کر سکتا ہے۔ کہ کس طرح فرانس کی سیادت اور وقار کو نقصان پہنچانے والے ثابت ہوئے۔

میں اس سلسلہ مضمون سے یہ بتلانا چاہتا تھا کہ شام آج جس آزادی کی طرف جا رہا ہے۔ اس آزادی کے لئے شامیوں کو کس قسم کی قربانیاں دینی پڑیں۔ اور کس قدر جدوجہد کے بعد انہوں نے صبح حریت کا منہ دیکھا ہے

اخبارات میں اس آزادی کے ساتھ مختلف اشخاص کے بادشاہ بنائے جانے کی پیشگوئیاں ہونے لگیں۔ مگر جس قوم نے اس قدر قربانیاں اس آزادی کے لئے دی ہیں۔ وہ قوم اب ہرگز اس امر کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ کہ وہ کسی غیر شامی شخص کو اپنا بادشاہ یا رئیس جمہوریہ تسلیم کرے۔

اخبارات نے صاحب المعالی ڈاکٹر عبدالرحمن شاہ بندر کا نام بھی ریاست جمہوریت کے لئے لیا تھا۔ ڈاکٹر شاہ بندر ایک بے نظیر بہادر جرنیل ہے۔ اس بغاوت میں اس نے وہ کارہائے نمایاں دکھائے ہیں کہ الحکم کے کالم ان کو تفصیل سے بیان کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ وہ ایک بلند پایہ خاندان کا ممبر ہونے کے باوجود بدویانہ زندگی بسر کرنے والا۔ حکومتوں کی نظر سے چھلاوہ کی طرح گم ہو جانے والا بہادر تھا۔ کالے کمبل کا بدویانہ جبہ۔ کالی اون کی عقالی۔ بدویانہ پیرہن پاؤں میں پھٹی چپل سینکڑوں میل پیدل جنگلوں اور صحرا میں بھاگ جانے والا شخص ڈاکٹر شاہ بندر ہے۔ امریکہ کی یونیورسٹیوں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ شعلہ وطنیت کا شعلہ زن۔ ملک فیصل اور سلطان پاشا اطرش کا بازو۔ وہ سیاست اور تدبر کا مجسمہ ہے۔ ملک کے نوجوان اس کی آواز پر جان قربان کر دینا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جس نے سینکڑوں مرتبہ اپنی جان کو موت کے منہ ڈال دیا تا کہ ملک آزاد ہو سکے۔ اگر ایسا شخص شام کا رئیس جمہوریہ منتخب ہو۔ تو بے شک ملک کی خوش قسمتی میں کوئی شک نہیں۔ السیف شاہ بندر۔ زبردست صاحب التعلیم و صاحب ہے۔ وہ مدبر بھی ہے اور جرنیل وہ ڈاکٹر بھی ہے اور لیکچرار بھی۔ اور اس کی رگوں میں خالص شامی خون دوڑ رہا ہے۔ میں اپنے ذاتی علم کی بنا پر کہتا ہوں کہ موجودہ شامیوں کو اس وقت حاضر میں ڈاکٹر شاہ بندر سے بہتر وطن پرست اور ذی علم آدمی شاید کم نظر آئے گا۔

محمود احمد عرفانی

میں کیوں کر احمدی ہوا

حضرت حافظ سخاوت حسین صاحب بریلوی کے حالات

(حافظ صاحب کی زبانِ قلم سے)

بریلی کی سنگلاخ زمین میں مسجد احمدیہ اور اس کے تاریخی حالات

(سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار الحکم مؤرخہ ۱۴/۲۱ نومبر ۳۶ء)

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند ٭ ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

نوجوانوں کی امنگیں

جب احباب اسی مٹی کے چبوترہ کے اوپر اور گھاس پھوس کے چھپر کے نیچے نماز پڑھنے لگے۔ تو پھر مسجد بنانے کے مشورے ہونے لگے۔ ان کا مطمح نظر بہت اونچا اور خیالات بہت بلند تھے۔ پانچ ہزار روپے یا کبھی اس سے زیادہ تخمینہ لگایا جاتا۔ کبھی سر بفلک مسجد بنانے کے خیالات چکر لگاتے۔ غرض ہر شخص اپنے خیال کے مطابق نقشہ تجویز کر کے پیش کرتا۔ پھر اس پر انجنیرنگ نقطۂ نگاہ سے بحث ہوتی۔ ان خیالی ڈھکوسلوں کی ہر روز کھچڑی پکتی اور رہ جاتی۔ میں نے ان سے کہا کہ تمہاری یہ اسکیمیں اور سکیمیں اور ریزولیوشنز جس وقت بار آور ہوں تو تمہارا کسی نے ہاتھ نہیں پکڑا۔ جس وقت چاہو بنا سکتے ہو۔ خدا تمہارے خیالات کی بلند پروازی سے بھی زیادہ وسعت دے۔ لیکن میں تو چراغ سحری اور قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں۔ میری تمنا اور آرزو یہی ہے کہ میں اس مسجد کا ڈھانچہ دیکھ لوں۔ میں اپنی بساط کے لائق کام شروع کرتا ہوں۔ جس وقت خدا تمہیں توفیق دے تم بنا لینا۔ یہ وقتی الفاظ نہ تھے بلکہ میرے دل میں اس کی ایک لگن لگی ہوئی تھی۔

بریلی کا علمی مرکز اور شب برات کی بدعات

وہ بلدۂ کفر گڑھ جس کو بریلی کہتے ہیں۔ گو آج مرورِ زمانہ کے ہاتھوں اپنی تمام شادابی کھو چکا ہے۔ تاہم اب بھی فنِ سبّابی کے ماہرین کی کمی نہیں۔ آپس میں بحث۔ جھگڑا بازی جوتی پیزار اور آئے دن تکفیر بازی کا بازار گرم رہتا ہے۔ علمی جگہ ہونے کی حیثیت سے بہت مشہور ہے۔ ایک طرف مدرسہ اہل سنت والجماعت (جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کا مدرسہ کہلاتا ہے) دوسری طرف اشاعت العلوم اور مصباح العلوم (جو دیوبندی خیال کے مدارس ہیں) جس میں دور دور سے طلبار آکر پڑھتے اور مولوی بنتے۔ اس علمی مرکز اور مولویوں کی کثرت کے باوجود شب برات کی بدعات اس زور شور سے منائی جاتی ہیں شاید ہی کسی دوسری جگہ ہوں۔ آتشبازی سے بیسیوں بچے ضائع ہو جاتے یا ان کا کوئی اعضار بیکار ہو جاتا۔ لیکن ان مولویوں کی مولویت کسی کام نہ آئی۔

مسجد کے چھپر پہ خدنگا

رات کے وقت ایک خدنگا مسجد کے چھپر پر گرا۔ جس سے چھپر میں آگ لگ گئی۔ پڑوسی جو ہمارے مخالف بھی تھے خدا نے ان کے ہاتھ سے اس کو ٹھنڈا کرایا۔ جب انہوں نے آگ کے شعلے دیکھے تو انہیں اپنے گھروں کی فکر ہوئی۔ انہوں نے گھڑے اور بالٹیوں سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ جس سے وہ آگ بجھ گئی۔ جب میں نماز پڑھنے آیا تو دیکھا کہ چھپر کا کچھ حصہ جل گیا ہے۔ اور تمام مسجد میں پانی ہی پانی ہے مجھے یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوئی۔ اور خدا سے دعا کرنے لگا کہ یہ تو تیرا ہی گھر ہے۔ چھپر تو مخدوش ثابت ہوا۔ میں بہت نادار ہوں۔ تو ہی اس کو پختہ کرا دے۔

میری رقت

میں نے آج تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ لیکن خدا کے گھر کی حفاظت اور تکمیل کے لئے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے بھائیوں کے پاس جاؤں اور ان سے مدد لوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں اپنے ایک آسودہ حال بھائی کے پاس گیا۔ اور ان سے سب حال بیان کر کے امداد کا طالب ہوا۔ انہوں نے بمشکل ایک روپیہ دے کر کہا کہ ایک دن کی معمار کو مزدوری دے دینا۔ میں یہ نمونہ اور یہ ایثار دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ میں نے خدا کی نصرت اور اس کے روح القدس کی مدد کے لئے اپنی پُر آب آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھا مجھے اس قدر تکلیف ہوئی کہ بیان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ میں نے طوعاً و کرہاً وہ روپیہ لے کر ایک کاغذ میں لپیٹا۔ اور اس پر ان کا نام لکھ کر رکھ دیا۔ اور عہد کیا کہ آج سے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں گا۔ لیکن مجھے اس کوفت کرب اور بے چینی نے سونے نہ دیا۔ کسی کروٹ چین نہ آتی۔ آخر میں اٹھ کر خدا کے حضور جھکا اور نہایت تضرع و زاری سے اس کے آگے گڑگڑایا۔ اور اس قدر آہ و زاری کی کہ میرا سجدہ گاہ بھی تر ہو گیا۔ میں نے خدا کو پکارا ؎

میرے زخموں پہ لگا مرہم کہ میں رنجور ہوا ٭ میری فریاد کو سن میں ہو گیا زار و نزار

میری اہلیہ کی امداد

میری اہلیہ نے میری پریشانی کے سبب پوچھا۔ میں نے سب حال بتایا۔ سب حال سن کر اس نے مجھے ایک بٹوا دیا اور کہا۔ یہ میاں نے اپنے گور کفن کے لئے رکھے تھے کہ مرنے کے بعد میرے بچوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس کو لے جاؤ اور خرچ کرو۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں مبلغ تیس روپے تھے۔ میں سجدہ شکر بجا لایا۔ میری بہوؤں اور بیٹیوں نے بھی حتی المقدور میری امداد کی۔

مخالفت اور ڈاکٹر محمد عمر صاحب کی کوشش

مسجد کو بابرکت اور تاریخی بننے کے لئے مخالفت ضروری تھی۔ شہر کے لوگوں نے عموماً اور پڑوسیوں نے خصوصاً بڑی مخالفت کی کہ حاکم وقت کے پاس تانتا باندھ دیا۔ اور اس کے خوب کان بھرے۔ اتفاق سے ڈاکٹر محمد عمر صاحب اس زمانہ میں بریلی تھے۔ انہوں نے انتہائی کوشش فرمائی اور چنگی کے افسر اعلیٰ سے مل کر نقشہ پاس کرا دیا۔ اور ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلہ میں پچیس ۲۵ روپے بھی دیئے۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

کھرنجے کی فروخت

جب خدا تعالیٰ کو کوئی کام کرنا منظور ہوتا ہے۔ تو اس کے سامان خود پیدا کر دیتا ہے۔ ہمیں اینٹوں کی ضرورت تھی۔ اور ہماری مالی حالت بھی کمزور۔ اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اسی زمانہ میں ہسپتال روڈ کی فٹ پاتھ کا کھرنجہ اکھڑ کر پتھر لگایا گیا۔ ہم نے وہ کھرنجے کی اینٹیں جو کافی تعداد میں تھیں مبلغ بیس روپے میں خرید لیں کچھ عرصہ بعد پھر نیلام ہوا۔ وہ بھی خرید لیا گیا۔ خدا نے اس طریقہ سے اینٹوں کی مشکلات کو دور فرما دیا۔

لکڑی کی امداد

عزیزی حاجی عبد القدوس صاحب نے لکڑی اپنے جنگل سے منگا دی۔ کام شروع کر دیا گیا۔ پتھر کے ستون میرے پاس رکھے ہوئے تھے وہ لے آیا۔ میں نے اپنے لڑکے قمر احمد سلمہ جس کی دوکان پتھر کی تھی اس سے اس شرط پہ پتھر لے لیا۔ کہ وہ مسجد کی دوکان کرایہ پر لے۔ اور اس کے کرایہ میں پتھر کی قیمت مجرا کرے۔ حالی مرحوم نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے ٭ مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ خدا نے غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ غرض چند دنوں میں ایک خوبصورت مسجد احمدیہ بن گئی جس کی دو دکانیں۔ ایک حجرا۔ ایک غسل خانہ اور چھت پر کافی جگہ ہے جہاں مستورات نماز ادا کرتی ہیں۔ مسجد گو چھوٹی ہے مگر برلب سڑک شہر کے وسط میں نہایت خوبصورت اور خوشنما ہے۔ پتھر کے ستون پتھر کا فرش اور اس پر سبز رنگ کا پینٹ کچھ ایسا مرغوب اور دلکش ہے جو احباب کے دلوں کو باغ باغ کر دیتا ہے۔ اغیار جب دیکھتے ہیں تو ان کے کلیجے پر سانپ لوٹتا۔ وہ اپنی انگلیاں کاٹتے اور بوٹیاں نوچتے ہیں۔

مسجد میں نلکہ

مسجد تو بن گئی لیکن پانی کی وجہ سے تکلیف تھی۔ ہمارے ایک بھائی نے مجھے ایک دن پانچ روپے دئیے کہ ان کو مسجد کے کسی کام میں لگا دینا۔ میں نے یہ کہہ کر کہ اب مسجد کا کام ختم ہو گیا ہے اب ضرورت نہیں واپس کر دئیے۔ کچھ دیر کے بعد مجھے نلکہ کا خیال آیا۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ بجائے پانچ روپے کے دس روپے عنایت کریں تو ایک کام میں خرچ ہو سکتے ہیں۔ اُس نے فوراً دس روپے نکال کر دے دئیے۔ میرے پاس بھی جو رقم تھی وہ بھی اُن کے سامنے رکھ دی۔ اور کہا کچھ روپے صندوقچی میں ہوں گے سب ملا کر نلکہ لگ جائے گا۔ پانی کی بڑی دقت ہے۔ افسوس سب رقم ملا کر بھی پوری نہ ہوئی۔ میری تمنا تھی کہ چند روز بعد عید آنے والی ہے اس تقریب پر مسجد میں نلکہ لگ جائے۔ میرے خویش عزیز محمد یونس سلمہٗ نے اس سلسلہ میں مجھے پانچ روپے دئیے۔ غرض خدا تعالیٰ نے میری اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ اور مسجد میں نلکہ لگ گیا۔ یہ مثل کیا ہی خوب ہے "خدا داری چہ غم داری"۔ میں نے صرف خدا سے مدد چاہی۔ اور اُسی سے تکیہ لگایا۔ خدا تعالےٰ نے میری تمام خواہشیں اپنے فضل و کرم سے پوری فرمائیں

بریلی ہاں اس بریلی میں جس میں ہمارے ایک بھائی کے بچے پانی کے لئے ترستے اور بلکتے تھے۔ اور وہ اینٹوں کی بارش کی وجہ سے ایام گرما میں کھلی آب و ہوا سے محروم کر دئیے گئے تھے۔ اُسی بریلی میں مخالفوں کے باوجود چوٹی سے ایڑی تک کا زور لگانے کے سیدنا فضل عمر حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے مبارک عہد سعادت میں مسجد احمدیہ بنا دی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آخر میں مَیں خدا تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔

خدایا! میں تو کرم خاکی اور انسانوں کی عار ہوں یہ صرف تیرا فضل و احسان ہے کہ اس سنگلاخ زمین میں مجھے مسجد بنانے کی توفیق دی۔

خدایا! تو دلوں کے بھید۔ اور قلوب کی حالت کو جاننے والا ہے۔ یہ مسجد میں نے کسی ظاہری نمود اور شہرت کے لئے نہیں بنائی۔ بلکہ اس کی غرض صرف یہ ہے۔ کہ دنیا تیری بادشاہت میں داخل ہو۔ تیرا جلال قائم ہو۔ تیرے دین کی اشاعت ہو۔ اور یہ مسجد اس کا ذریعہ بنے۔

خُدایا! تو اسے آباد رکھ۔ اس میں نیک اور سعید روحیں بھیج۔ تاکہ وہ تیری حمد کریں۔

خُدایا! میں یہ جانتا ہوں کہ یہ ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ یہ مٹی و چونا اور مرمریں فرش۔ یہ کہگل اور رنگ و روغن اپنے اندر کوئی برکت نہیں رکھتے۔ سب پامال چیزیں ہیں۔ برکت تو تیرے ذکر میں ہے۔ اور تیرا ہی ذکر اس کو بابرکت بنا سکتا ہے۔

خُدایا! نیک اور صالح اور پاک دلوں کو اپنی طرف کھینچ تا وہ اس زمانہ کے نبی احمد جری اللہ فی حلل الانبیاء کو قبول کریں۔ اور اس مسجد میں آ کر تیرے آگے سربسجود ہوں۔ اور تیرے ذکر کو بلند کریں۔ اس اس قدر آئیں کہ اس مسجد میں ٹھکانا نہ رہے۔ اور پھر وہ اس کو میرے خیالات سے بھی زیادہ وسیع کریں۔

اے خدا تو سب بات پر قادر ہے۔

از احسن اللہ صاحب ماسٹر شنگلہ رینگالی لور ڈاسٹ

۱۹۲۸ء سے میں برما میں رہتا ہوں۔ ۱۹۲۹ء کے آخر یا ۱۹۳۰ء کے شروع میں ایک روز میں ایک مسجد کے برآمدے میں سو رہا تھا۔ رات کو خواب میں میں نے دیکھا۔ کہ دو شخص نہایت خوبصورت مسجد کی طرف آ رہے ہیں۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت شخص آج تک نہیں دیکھے۔ ان کی پوشاک سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ جو شخص آگے ہے وہ افسر ہے۔ اور دوسرا اس کا اسسٹنٹ ہے۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوئے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ یہی آخری زمانہ کا پیغمبر ہے۔ ان الفاظ کو سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ اور السلام علیکم کہا۔ اور مصافحہ کیا۔ مصافحے کے وقت اگلا آدمی کچھ مسکرایا تھا۔ میرا منہ مشرق کی طرف تھا۔ اور ان کا منہ مغرب کی طرف تھا۔ مصافحہ کے بعد اس شخص نے شمال مغرب کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے جونہی اس طرف دیکھا تو میری آنکھ کھل گئی۔ اب مجھے معلوم ہوا۔ کہ قادیان وہاں سے ٹھیک شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔

خواب سے بیدار ہونے کے بعد میں نے سوچا۔ کہ اگلا آدمی تو کوئی پیغمبر ہے۔ مگر پچھلا آدمی کون ہے۔ اور شمال مغرب کی طرف اشارہ کرنے کے کیا معنی ہیں۔ میں نے کئی مولویوں سے اس کی تعبیر پوچھی۔ مگر کسی نے ٹھیک نہ بتائی۔

۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر محمد صدیق صاحب ملازم ہو کر ہسپتال میں آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب سے پہلے تو معمولی سی سلام کلام تھی۔ مگر پھر اس قدر دوستی ہو گئی تھی کہ ایک دوسرے کو دیکھے بغیر رہ نہیں سکتے تھے۔ ایک روز ڈاکٹر صاحب نے ذکر کیا کہ میں احمدی ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ احمدی کیا ہوتا ہے۔ صرف اتنا مجھے معلوم تھا کہ ایک فرقہ قادیانی ہے۔ جو قادیانی ہو گیا وہ کافر ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ میں قادیانی ہوں۔ مجھے یہ سُن کر بہت افسوس ہوا۔ کہ میرا دوست کافر ہو گیا ہے۔ مجھے ان کی باتیں زہر معلوم ہونے لگیں۔ مگر دوستی کی وجہ سے سُننی پڑتی تھیں۔ مگر جب میں نے ان کے اخلاق دیکھے۔ تو مجھے تعجب ہوا کہ کافر کے تو ایسے اخلاق نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ تو آجکل مسلمانوں میں بھی نہیں پائے جاتے۔ اور اس طرح ان کے سچا ہونے کے متعلق مجھے کچھ شک ہو گیا۔

میں نے جب ڈاکٹر صاحب سے خواب کے متعلق ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔ مجھے یہ بات اور بھی بُری معلوم ہوئی مگر میں خاموش ہو گیا۔ بعض دفعہ ڈاکٹر صاحب مجھے احمدیت کا لٹریچر پڑھنے کے لئے دیتے۔ میں دوستی کی وجہ سے لے جاتا تھا مگر پڑھتا نہیں تھا کیونکہ لوگ کہتے تھے کہ اس سے جادو ہو جائے گا۔ دو چار دن کے بعد وہ کتاب لا کر واپس کر دیتا تھا۔ کہ اچھی ہے۔ مگر پڑھتا نہیں تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد میں نے ایک کتاب پڑھی۔ جو غالباً ٹیچنگ آف اسلام (اسلامی اصول کی فلاسفی) تھی۔ اس کو پڑھنے کے بعد دوسری کتب کے پڑھنے کا بھی شوق پیدا ہوا۔ اس کے بعد احمدیت یعنی حقیقی اسلام اور دعوت الامیر سے مجھے احمدیہ جماعت کے عقاید معلوم ہوئے۔ اور میں نے سوچا کہ اگرچہ یہ لوگ خراب ہیں۔ مگر ان کے عقاید بُرے نہیں ہیں۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ احمدیوں نے قرآن شریف میں تحریف کر دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے دو لڑکے میرے پاس قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اور میں ان کو نمازیں بھی پڑھتے دیکھتا تھا۔ مگر مجھے تو کوئی فرق معلوم نہ ہوا۔

ایک دن ہم ہسپتال میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ تم کو ایک چیز دکھاؤں۔ یہ کہہ کر وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوٹو لے آئے۔ جونہی میں نے وہ تصویر دیکھی معاً مجھے وہ خواب یاد آ گیا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو دوسرا آدمی تھا وہ یہی شخص تھا۔ مگر میں خاموش رہا۔ اور ڈاکٹر صاحب کو میں نے نہیں بتایا۔ مگر دل میں یہی ارادہ کر لیا کہ خود قادیان جا کر دیکھوں گا اگر یہ سلسلہ سچا ہوا تو بیعت کر لوں گا ورنہ نہیں۔ بس میں اسی ارادہ سے برما سے بنگال آیا۔ مگر کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے اور شیطان نے بہکایا کہ پھر دسمبر ۱۹۳۳ء میں واپس برما چلا گیا۔ اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

۱۹۳۴ء کو جنوری یا فروری میں ایک اور خواب دیکھا کہ ایک جگہ بہت سے آدمی جمع ہیں۔ اور بڑا شور ہو رہا ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ احمدیت کا ایک بہت بڑا دشمن رشید احمد گنگوہی سانپ کے ڈسنے سے مر گیا ہے۔ صبح اٹھ کر میں نے یہ خواب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب کو سنایا۔ مگر میں نے اس طریق سے کہا۔ کہ ڈاکٹر صاحب احمدیت کا ایک دشمن مر گیا۔ انہوں نے پوچھا کون سا۔ میں نے بتایا کہ رشید احمد گنگوہی سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہو گیا۔ انہوں نے کہا یہ تو بہت عرصے کی بات ہے۔

اب تعجب کی بات ہے کہ میں کسی اور صوبہ کا رہنے والا ہوں۔ اور رشید احمد گنگوہی کسی اور جگہ۔ میں نے اس کا کبھی نام تک نہیں سُنا تھا۔ مگر رات کو یہ خواب دیکھا۔ اس سے احمدیت کی صداقت مجھے یقین ہو گیا۔

گاہے گاہے میں ڈاکٹر صاحب سے مذاقاً کہا کرتا تھا۔ کہ میں قادیان جاؤں گا۔ ۱۹۳۵ء میں میرا کاروبار مدہم ہونا شروع ہوا اور مارچ ۱۹۳۶ء ۲۰ تاریخ کو بالکل بند ہو گیا مجھے یہ خیال ہوا کہ صداقت کو چھپانے کی وجہ سے یہ عذاب آیا ہے۔ اور میں برما سے بذریعہ جہاز کلکتہ پہنچا کلکتہ سے قادیان تک کے حالات ناظرین الحکم نے پڑھ ہی لئے ہوں گے۔

(آگے دیکھیں صفحہ ۱۴)

وصایا

نمبر ۶۶۴۲ منکہ عبد الواحد خاں ولد محمد رمضان خان قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر قریباً ساٹھ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۶ء ساکن میرٹھ شہر ڈاکخانہ میرٹھ شہر خیر نگر ضلع میرٹھ صوبہ یوپی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ۸۰ روپیہ ہے۔ میں تا زلیست اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ (۱/۱۰) داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد عبد الواحد خان احمدی بقلم خود
۶۷ سٹاف کالج کوئٹہ بلوچستان ۱۵/۱۱/۳۶
گواہ شد۔ قاضی محمد رشید امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ ۱۵/۱۱/۳۶
گواہ شد۔ مختار احمد ایاز سکرٹری جماعت احمدیہ کوئٹہ
گواہ شد۔ عبد اللہ خاں سکرٹری مال جماعت احمدیہ کوئٹہ

نمبر ۶۶۵۸ منکہ صلاح الدین ولد پیر اکبر علی صاحب قوم بودلہ پیشہ طالبعلمی عمر قریباً ۲۱ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن فیروزپور شہر تحصیل فیروزپور ضلع فیروزپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

اس وقت میری جائیداد غیر منقولہ کوئی نہیں۔ جائیداد منقولہ نقد مبلغ -/۳۰۰ (تین صد) روپیہ ہے۔ اس وقت میرے کفیل میرے والدین ہیں میں تا زلیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کرتا رہوں گا۔ میری وفات کے بعد میرا جو ترکہ ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ شمار ہوگا۔ فقط

العبد صلاح الدین موصی ۱۵/۱۱/۳۶
گواہ شد۔ محمد جمیل خان محاسب جماعت احمدیہ فیروزپور شہر
گواہ شد۔ بندہ محمد حسن سکرٹری وصایا
انجمن احمدیہ فیروزپور شہر

نمبر ۶۶۵۶ منکہ مریم صدیقہ زوجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی علیہ السلام قوم سید عمر ۲۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰/۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

تفصیل جائیداد:۔ (۱) مہر بذمہ خاوندم ایک ہزار روپیہ
(۲) زیورات نزد خود چودہ سو روپیہ
(۳) ماہوار جیب خرچ ۱۵ روپیہ
میزان کل ڈھائی ہزار روپیہ

اس میں سے جو جائیداد میرے بعد رہے۔ یعنی مہر یا زیورات یا کوئی اور چیز جو میں چھوڑوں۔ اس کا ۱/۳ حصہ وصیت میں جائیگا۔ (یعنی ایک تہائی) اور جیب خرچ میں سے ۱/۱۰ یعنی موجودہ حالات میں عہ۸ ماہوار دیا کرونگی

راقمہ مریم صدیقہ
گواہ شد محمد اسماعیل والد موصیہ
گواہ شد مرزا محمود احمد

نمبر ۶۶۴۶ منکہ فضل الکریم ولد ڈاکٹر امید علی صاحب مرحوم قوم شیخ پیشہ کارکن تحریک جدید عمر ۲۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن کلکتہ حال قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۱۰/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ اس وقت میرا ماہوار الاؤنس ۱۵ روپے ہے جو مجھے تحریک جدید سے ملتا ہے۔ میں تا زلیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی فقط

العبد فضل الکریم کلکتی بقلم خود 26/10/36
گواہ شد مرزا محمد حیات کاتب پینٹر قادیان
گواہ شد الکاتب چراغ الدین مبلغ سرحد
حال وارد قادیان

نمبر ۶۶۴۸ منکہ عطاء اللہ ظہور احمد ولد صوبیدار ملک فتح محمد قوم اعوان پیشہ زمینداری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن دوالمیال ڈاکخانہ دوالمیال ضلع جہلم صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ -/۷۰ روپیہ ہے۔ میں تا زلیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میری جسقدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط

العبد ملک عطاء اللہ ظہور احمد عفی عنہ
سٹور مین فیروزپور آرسنل ۱/۱۱/۳۶
گواہ شد ملک عزیز احمد عفی اللہ پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ
فیروزپور چھاؤنی
گواہ شد خواجہ مسعود احمد بی۔ اے۔ ایم۔ ای۔ ایس فیروزپور چھاؤنی

نمبر ۶۶۶۴ منکہ بشیر احمد ولد خانصاحب محمد عبد اللہ صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸ نومبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ -/۶۰ روپیہ ہے۔ میں تا زلیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ (دسویں) حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ (دسویں) حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی فقط

العبد بشیر احمد ایم اے۔ کلرک دفتر اے جی جی بلوچستان
کوئٹہ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۳۶ء
گواہ شد۔ قاضی محمد رشید موصی (۱۵۳۵) امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ
گواہ شد مختار احمد ایاز سکرٹری جماعت احمدیہ کوئٹہ
گواہ شد عبد اللہ خان سکرٹری مال جماعت احمدیہ کوئٹہ

نمبر ۶۶۴۴

منکہ خدیجہ بیگم زوجہ محمد شریف صاحب قوم شیخ عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن حال کمپالہ ڈاکخانہ کمپالہ بکس ۲۹۴ یوگنڈا امشرقی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔

۱۔ زیور طلائی نو تولہ اندازاً قیمتی تین سو روپیہ۔
۲۔ مہر پانچ سو روپیہ جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے
۳۔ میزان کل آٹھ سو روپیہ -/۸۰۰ روپیہ

میں اس کل جائیداد قیمتی آٹھ سو روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور یہ بھی لکھدیتی ہوں۔ کہ اگر حصہ موعودہ میں سے کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو وہ حصہ موعودہ یعنی وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ میں یہ بھی وصیت کرتی ہوں۔ کہ بوقت وفات میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ والسلام

العبد نشان انگوٹھا خدیجہ بیگم موصیہ
گواہ شد محمد شریف خاوند موصیہ پوسٹ بکس ۲۹۴ کمپالہ ۲۷/۹/۳۶
گواہ شد مبارک احمد احمدی عفی عنہ
مبلغ سلسلہ احمدیہ حال وارد کمپالہ ۲۷/۹/۳۶

نمبر ۶۶۵۷

منکہ عنایت بیگم بنت مرزا احمد بیگ صاحب مرحوم ذات مغل عمر ۲۵ سال بیعت ۱۹۳۴ء ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی

اس وقت میری موجودہ جائیداد مہر مبلغ چار صد روپیہ مرزا محمد حسین میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ جوڑی۔ کڑے۔ ٹیڈی بٹن۔ ڈیکہ۔ چمکلی۔ تقریباً -/۵۰۰ روپیہ کا زیور ہوتا ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میری جائیداد اس سے بڑھ جائے۔ تو اس حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد عنایت بیگم زوجہ مرزا محمد حسین احمدی نشان انگوٹھا
گواہ شد۔ مرزا محمد حسین خاوند موصیہ دار الرحمت قادیان ۱۰/۱۱/۳۶
گواہ شد۔ خاکسار محمد بخش انسپکٹر محلہ دار الرحمت قادیان

نمبر ۴۶۴۵

منکہ ستارہ بیگم زوجہ چودھری محمد منصف خاں احمدی قوم پیشہ خانہ داری عمر تقریباً ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن بڑوعہ ڈاکخانہ خاص بڑوعہ ضلع ہوشیار پور صوبہ پنجاب تحصیل گڑھ شنکر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ / نومبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میں مندرجہ ذیل اپنی کل جائیداد کے فی الحال ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔

۱۔ مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ جو ابھی تک میرے خاوند کے ذمہ واجب ہے۔

۲۔ زیور طلائی دو تولہ جس کی قیمت مبلغ ستر روپیہ ۷۰ کل میزان ۱۰۷۰/- روپیہ۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن عالیہ احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میری کوئی اور جائداد ثابت ہو یا آئندہ ثابت یا حاصل ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن عالیہ احمدیہ قادیان ہوگی۔ مورخہ ۶ / نومبر ۱۹۳۶ء

العبد ستارہ بیگم موصیہ

گواہ شد۔ چودھری محمد منصف خان احمدی خاوند موصیہ
حال اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر سانپلہ ضلع رہتک

گواہ شد۔ چودھری عبد الرحمن خان احمدی ولد چودھری قلندر بخش صاحب مرحوم احمدی بڑوعہ حال ملازم پولیس رہتک

نمبر ۴۶۵۰

منکہ مسعود احمد ولد ڈاکٹر محمد رمضان صاحب مرحوم قوم کشمیری پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن شہر سیالکوٹ ڈاکخانہ سیالکوٹ ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ / نومبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمدنی جس پر گذارہ ہے۔ مبلغ ۵۰/- روپیہ ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ نیز میرے مرنے کے بعد جو جائیداد بھی ثابت ہوسکے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ اس جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

العبد خواجہ مسعود احمد بی۔ اے۔ کلرک ایم ای ایس
فیروز پور چھاؤنی

گواہ شد۔ ملک عزیز احمد عفی عنہ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ
فیروز پور چھاؤنی

گواہ شد۔ ملک عطاء اللہ ظہور احمد عفی عنہ سٹور مین
فیروز پور آرسنل ۳۰/۱۱

گواہ شد۔ مولوی محمد اسحاق احمدی موضع کھیر بیڑ تحصیل قصور
حال وارد فیروز پور چھاؤنی بقلم خود

نمبر ۴۶۴۳

منکہ حسن اختر بانو زوجہ خان بہادر ابو الہاشم خان صاحب قوم سید پیشہ خانہ داری عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت اندازاً ۱۹۱۰ء ساکن ڈھاکہ تحصیل ڈھاکہ ضلع ڈھاکہ صوبہ بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائیداد منقولہ حسب موجود ہے

۱۔ مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ جو میرے خاوند خان بہادر ابو الہاشم خان صاحب کے ذمہ ہے۔

۲۔ زیور کل چھ تولہ سونا جس کی قیمت اس قریباً دو سو روپیہ اندازاً ہوگی۔

۳۔ اس وقت سولہ ۱۶/- روپیہ ماہوار بطور جیب خرچ کے ملتا ہے اس کے سوا میری کوئی اور آمدنی نہیں۔

۴۔ اسی سولہ روپیہ جیب خرچ میں سے تازیست ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتی رہونگی۔

۵۔ میری وفات کے بعد میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

۶۔ اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ شمار ہوگا۔ فقط

العبد حسن اختر بانو بقلم خود ۱۲.۱۱.۳۶

گواہ شد ابو الہاشم خان چودھری خاوند موصیہ

گواہ شد عبد الرحمٰن خان ۱۲.۱۱.۳۶

گواہ شد سید اعجاز احمد مولوی فاضل

نمبر ۴۶۶۱

منکہ زبیدہ خاتون بنت شیخ محمد حسین صاحب قوم شیخ پیشہ خانہ داری عمر ۱۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن حال ملتان ڈاکخانہ ملتان ضلع ملتان صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ / ستمبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔

۱۔ حق مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔

۲۔ زیورات کی تفصیل یہ ہے۔

چوڑیاں طلائی ایک جوڑہ۔ کانٹے طلائی دو عدد۔ کلپ طلائی دو عدد انگوٹھی طلائی ۳ عدد۔ بٹن طلائی معہ زنجیری طلائی ۴ عدد کی قیمت قریباً تین صد ۳۰۰ روپیہ۔

۳۔ نقد مبلغ اڑھائی صد روپیہ۔ بصورت نقد کل جائیداد ساڑھے پندرہ سو روپیہ ۱۵۵۰/-۔ مبلغ پانچ روپیہ ماہوار آمد۔

۴۔ میرے مرنے کے وقت علاوہ مندرجہ بالا جائیداد کے اگر کوئی اور جائیداد بھی ہو۔ تو وہ بھی میری اس وصیت میں شامل ہوگی

۵۔ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری جائیداد کے ۱/۷ (ساتواں) حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

۶۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

العبد۔ زبیدہ خاتون

گواہ شد۔ شیر محمد مجوکا خاوند موصیہ

گواہ شد۔ شیخ محمد حسین والد موصیہ (بقلم خود)

نمبر ۴۶۴۷

منکہ عبد الرحمن یحیٰی ولد مولوی محمد تقی صاحب قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن سنور ڈاکخانہ سنور ریاست پٹیالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴ / ستمبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری موجودہ جائیداد ایک مکان خام اندازاً ۱۵۰ روپیہ (رقبہ ۱۸ ۱/۲ مربع گز) واقع محلہ قہوں سنور ہے۔ اس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرا گذارہ اس وقت میری ماہوار آمد پر ہے۔ جو مبلغ ۴۱/- روپیہ ماہوار ہے۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ اپنی زندگی میں ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد میری وفات کے بعد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو وہ حصہ وصیت سے منہا کردی جائیگی۔ لہٰذا یہ چند حروف بطور آخری وصیت تحریر ہیں تاکہ سند رہے۔ فقط

مورخہ ۲۴ / ستمبر ۱۹۳۶ء

العبد۔ عبد الرحمن یحیٰی ولد مولوی محمد تقی صاحب احمدی سنور ریاست پٹیالہ حال کلرک محمود آباد اسٹیٹ ضلع تھرپارکر سندھ

گواہ شد۔ چودھری فتح محمد سیال (ایم اے)
کیمپ محمود آباد جے سندھ

گواہ شد۔ گل محمد مینیجر محمود آباد سندھ

نمبر ۴۵۸۰

منکہ ملک صلاح الدین خان ولد مولوی نیاز محمد صاحب قوم ککے زئی پیشہ تبلیغ عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷/۱۲/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائیداد صرف ۲۵/- روپے ماہوار آمدنی ہے۔ جس کے عشر کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے عشر کی بھی صدر انجمن مذکور مالک ہوگی۔ اگر کوئی رقم صدر انجمن میں داخل کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو اس کو منہا سمجھا جائیگا۔

العبد ملک صلاح الدین۔ ایچ اے۔ ایم اے
دار الفضل قادیان

گواہ شد۔ محمد صادق عفی عنہ۔ گواہ شد۔ عبد الرحیم نیر

نمبر ۴۵۱۲

منکہ سید محمد شریف ولد سید حسن شاہ صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر تخمیناً چالیس سال تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء ساکن شہر سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۲/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری موجودہ جائیداد غیر منقولہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ ایک مکان پختہ واقع شہر سیالکوٹ محلہ سید منزل قیمتی تخمیناً ۱۴۰۰ روپیہ ہے۔ اس مکان کے حسب ذیل وارث ہیں۔ میں اور میرے بھائی صاحب مرحوم سید

انعام اللہ شاہ صاحب کے بیوی بچے۔ اور میری والدہ ماجدہ صاحبہ مسماۃ عائشہ بیوی صاحبہ ہیں۔ بروئے شریعت جو میرا حصہ اس مکان میں ہے۔ اس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے فوت ہونے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔

۲۔ اراضی واقع لونڈی موسیٰ خاں تحصیل وضلع گوجرانوالہ واقع چاہ موسومہ میر صاحب والا تخمیناً ۲۳ یا ۲۴ گھماؤں ہے۔ قیمتی ۲۵ صد روپیہ۔ اس کے وارث بھی مطابق نمبر ۱ کے حصہ دار ہیں۔ بروئے شریعت جو حصہ میرا اس اراضی میں ہے۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔

۳۔ سفید زمین واقع چک خلیل تحصیل وضلع گوجرانوالہ تخمیناً ۵ مرلہ قیمتی تخمیناً ۵۰/ روپیہ ہے اس کے بھی وارث شرط اول و دوم کے مطابق ہیں۔ اس کے بھی میرے حصہ کی زمین کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

۴۔ علاوہ ازیں میرا گذارہ ماہوار تنخواہ ملازمت میونسپل کمیٹی شہر سیالکوٹ مبلغ -/۲۵۱ روپے ماہوار پر ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ اپنی ماہوار تنخواہ کا دسواں حصہ ماہ بماہ بلا منہائی پراویڈنٹ فنڈ ادا کرتا رہونگا۔ میرے فوت ہو جانے پر جو بھی میرا ترکہ ثابت ہو۔ اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم بابت حصہ جائیداد اپنی زندگی میں خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کروں۔ تو وہ رقم میرے حصہ جائیداد سے منہا کی جاوے ÷ ۸ ۳/۳۶

العبد سید محمد شریف ولد سید حسین شاہ صاحب مرحوم سکنہ شہر سیالکوٹ

گواہ شد۔ فضل احمد ولد نواب خاں قوم جٹ باجوہ ساکن لونڈی عنایت خاں تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ حال وارد شہر سیالکوٹ سکرٹری وصایا شہر سیالکوٹ

گواہ شد۔ احمد الدین ولد میاں عیدا قوم بٹ سکنہ شہر سیالکوٹ محافظ دفتر انجمن احمدیہ شہر سیالکوٹ

نمبر ۴۶۲۷

منکہ سید ضیاء الحق ولد سید ظہور الحق صاحب مرحوم قوم مسلمان احمدی پیشہ گورنمنٹ پنشنر دلاخراجدار عمر ساٹھ سال ایک ماہ آٹھ دن تاریخ بیعت قریباً ۱۹۰۱ء ساکن جیرام پور پرگنہ سونگڑہ تحصیل سب ڈویژن ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

بعد وضع انکم ٹیکس میں اپنی پنشن مبلغ دو سو چار روپیہ پندرہ آنہ کا دسواں حصہ مبلغ بیس روپیہ آٹھ آنہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ہر مہینہ ادا کرتا رہونگا۔ اور میری جائیداد گیارہ ایکڑ اراضی جسکی قیمت معہ ایک مکان واقع شہر کٹک تخمیناً دو ہزار روپیہ ہوگا۔ اس کا دسواں حصہ مبلغ دو سو روپیہ میں اپنی زندگی میں ادا کرنیکی کوشش کرونگا۔ اگر میں اپنی زندگی میں یہ رقم ادا نہ کر سکا۔ تو میری جائیداد متروکہ سے میرے ورثاء ادا کرینگے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا حق ہوگا۔ کہ میری جائیداد متروکہ سے مبلغ دو صد روپیہ مذکور الصدر ادا کرلیگا۔ یا اسی قدر کی جائیداد پر قابض ہو جائیگا۔ اور میرے ورثاء اس میں ہرگز مزاحم نہ ہونگے۔ اگر وہ مزاحم ہوں۔ تو قانوناً یہ مزاحمت مسترد ہونے کے لائق ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ میں اور میرے ورثاء اس وصیت پر کاربند ہونگے۔ وباللہ التوفیق۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

العبد۔ سید ضیاء الحق احمدی عفا عنہ

گواہ شد۔ سید عبد السلام مقام کوسمبی سونگڑہ کٹک

گواہ شد۔ سید محی الدین احمد احمدی سکنہ محی الدین پور سونگڑہ

نمبر ۴۵۷۳

منکہ احمدہ بیگم زوجہ چودھری بشیر احمد صاحب قوم جٹ گورایہ پیشہ خانہ داری عمر تخمیناً ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۶ء ساکن چھور کالہواں ڈاکخانہ ظفر وال تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ مارچ ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

اول۔ میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے

منقولہ:۔ دو جوڑی کانٹے قیمتی مبلغ بیس ۲۰ روپیہ
ایک عدد نکلیس قیمتی مبلغ پچھتر ۷۵ روپیہ
چھ عدد چوڑی قیمتی مبلغ ڈیڑھ صد روپیہ

کل میزان مبلغ ۲۴۵/ روپیہ۔

میں اپنا حق مہر اس وصیت سے پہلے ہی وصول کر کے خرچ کر چکی ہوں۔

غیر منقولہ:۔ ا۔ اراضی تعدادی تین ۳ ایکڑ واقع موضع کوٹلی کورٹانہ تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ از قسم نہری و بارانی قیمتی اندازاً مبلغ پانچ ہزار روپیہ۔ اراضی تعدادی آٹھ کنال برائے تعمیر مکان واقع محلہ دار الانوار قادیان قیمتی مبلغ تین ہزار روپیہ کل میزان مبلغ آٹھ ہزار روپیہ۔ میزان معہ منقولہ مبلغ ۸۲۴۵ روپیہ۔

دوئم:۔ اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اقرار کرتی ہوں کہ میرے مرنے پر اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میرے مرنے کے وقت میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر زر وصیت میں سے کوئی حصہ میں اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو وہ میری وصیت میں سے منہا کیا جاویگا۔ میری ذاتی آمدنی اس وقت کوئی نہیں۔ لیکن اگر بعد میں بھی کوئی آمدنی ہوگی۔ تو اس کا ۱/۱۰ حصہ بھی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہونگی لہذا یہ وصیت نامہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھ دیا ہے کہ سند رہے۔

العبد۔ احمدہ بیگم بقلم خود۔ زوجہ چودھری بشیر احمد صاحب سب جج ہوشیارپور

گواہ شد۔ اسد اللہ خاں بقلم خود بیرسٹر ایٹ لاء ٹمپل روڈ لاہور ۱۵ ۳/۳۶

گواہ شد۔ بشیر احمد سب جج ہوشیارپور خاوند موصیہ ۱۵ ۳/۳۶

(بقیہ صفحہ ۹)

تیسرا خواب ضلع کرنال کی حدود میں آیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ میں بہشتی مقبرہ کی زیارت کے لئے گیا ہوں۔ ایک شخص مجھے بتا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مزار ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا مزار یہ ہے۔ میں نے خواب میں ہی زیارت کی قادیان آنے پر جب میں بہشتی مقبرہ گیا تو ہو بہو خواب کے مطابق نقشہ پایا۔ سٹور میں بھی میں نے ایک خواب دیکھا۔ وہ یہ تھا کہ ایک جگہ ایک شخص پانی پلا رہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس جگہ موجود ہیں۔ اس نے حضرت صاحب کو پانی پلایا۔ اور پھر مجھے پینے کے لئے کہا۔ تو میں نے جواب دیا۔ کہ یہ بزرگ ہیں اور اس پانی کے لائق ہیں۔ میں ابھی اس پانی کے پینے کے لائق نہیں ہوا۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ چونکہ ابھی تک میں نے بیعت نہیں کی۔ اس لئے میں اس پانی کے لائق نہیں۔ گویا احمدی ہی اس پانی کو پی سکتے ہیں۔

برما میں پہلے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا تھا۔ اب مجھے اس کی سمجھ آئی ہے۔ کہ اس مقام سے جہاں میں اس رات کو تھا قادیان ٹھیک شمال مغربی کونے پر ہے۔

قادیان پہنچ کر میں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوا۔ اب میرا ارادہ ہے کہ چند روز کے بعد میں برما واپس جاؤں۔ اور اڑھائی ہزار ۲۵۰۰ میل کا سفر طے کر کے میں نے جو نور اور ہدایت حاصل کی وہ دوسروں کو بھی پہنچاؤں۔

پہلے میں نے ڈاکٹر محمد صدیق صاحب کو نہیں بتایا تھا۔ اب جب میں نے ان کو خط لکھا تو انہوں نے بتایا۔ کہ مجھے بھی خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا کسی اور بزرگ نے کہا تھا۔ کہ ان کو خوب اچھی طرح تبلیغ کرو۔ اسی واسطے میں نے آپ کو پورے جوش سے تبلیغ کی اور حجت پوری کر دی۔ ڈاکٹر صاحب کا خط چونکہ اردو میں تھا۔ میں نے وہ سلطان برادرس کے مینجر نور محمد صاحب سے پڑھوایا۔ تاکہ وہ بھی گواہ ہو جائیں۔

غیر احمدی لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مسیح موعود پنجاب میں کیوں مبعوث ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے ہندوستان کے تقریباً ۹ نو صوبوں کی سیر کی ہے ۱۹۲۷ میں دو ماہ تک میں آسام میں رہا۔ برما اور آسام غیر تہذیب یافتہ صوبے گنے جاتے ہیں۔ مگر ان کے اخلاق کا یہ حال ہے۔ کہ اگر آپ کسی آسامی سے پانی مانگیں گے۔ تو وہ پہلے آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور کھلائیں گے۔ پھر پانی دیں گے۔ مگر پنجاب کا یہ حال ہے کہ ہندو مسلمان کو پانی پلانے کا روادار نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اسی وجہ سے تیرھویں صدی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور چودھویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پنجاب میں مبعوث ہوئے۔

نوٹ:۔ بنگال سے پنجاب تک راستے میں ۵ صوبے ۱۲۵ اضلاع ایک فر (فرانس کا مقبوضہ علاقہ) اور چار ریاستیں طے کرنی پڑتی ہیں۔

آخر میں میں تمام احمدی احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں کہ وہ دعا فرماویں کہ مولا کریم مجھے احمدیت پر استقامت بخشے۔ اور مجھے اس کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار احسن اللہ شکر اللہ

نمبر ۴۶۷۲

منکہ محمد خورشید ولد شیخ امیر بخش صاحب قوم ککے زئی پیشہ ملازمت عمر بیالیس سال۔ تاریخ بیعت سال ۱۹۱۱ء ساکن موضع بازید چک۔ ڈاکخانہ فیض اللہ چک۔ تحصیل گورداسپور ضلع گورداسپور حال بنگلہ نائی والہ ضلع منٹگمری۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۱۲/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ اراضی واقعہ موضع بازید چک ضلع گورداسپور تخمیناً پندرہ گھماؤں ہے۔ جس کے ۱/۲ حصہ کا مالک میں ہوں۔

۲۔ اراضی واقع چک ۹۲/۶R ضلع منٹگمری دو مربعہ جات ہے جس کے ۱/۲ حصہ کا مالک میں ہوں۔

۳۔ مکان پختہ واقعہ محلہ ککے زئیاں شہر منٹگمری جس کی قیمت تخمیناً تین ہزار چھ سو روپیہ ہے۔

۴۔ مکان پختہ کوچہ چوہدری سردار علی ای۔ اے۔ سی شہر منٹگمری میرے پاس تین ہزار چھ سو روپیہ میں رہن ہے۔

۵۔ ہر دو مکانات مندرجہ فقرہ ۳، ۴ پر میرے مبلغ چار ہزار روپیہ قرضہ میرے ذمہ ہے۔

لہٰذا بعد وضع قرضہ چار ہزار روپیہ اپنی جملہ جائیداد غیر منقولہ کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ علاوہ جائیداد و غیرہ منقولہ کے میری حسب ذیل آمدنی ہے۔

۱۔ تنخواہ ماہواری بعد وضع کرایہ مکان سرکاری مبلغ یکصد بیس روپیہ ہے۔

۲۔ کرایہ مکانات بعد وضع مرمت سالانہ تخمیناً تینتیس ۳۳ روپیہ ہے۔

۳۔ آمد پیداوار اراضی تخمیناً چوبیس ۲۴ روپیہ ششماہی ہے

میں اپنی آمد ماہواری مندرجہ بالا سے ۱/۱۰ حصہ ماہوار داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور میری جائیداد غیر منقولہ کی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بابت حصہ جائیداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں تو اس کو منہا کر دیا جائے گا

العبد:۔ محمد خورشید اوورسیر بنگلہ نائی والہ ضلع منٹگمری۔
گواہ شد:۔ محمد رحیم الدین احمدی بقلم خود ۵/۱۲/۳۶
گواہ شد:۔ محمد شریف ٹھیکیدار بٹالہ حال قادیان بقلم خود۔

نمبر ۴۶۶۵

منکہ سردار بیگم زوجہ بابو محمد صادق صاحب قوم کھوکھر راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۴ء ساکن سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ صرف پانچ صد روپیہ حق مہر ہے جو کہ بصورت نقد میرے نام پر سیونگ بنک ڈاکخانہ میں جمع ہے۔ میں اس کے ۱/۵ حصہ کی وصیت جو کہ مبلغ یک صد روپیہ ہوتا ہے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر مجھے مزید جائیداد آئندہ حاصل ہو یا ثابت ہو تو اس ترکہ کے بھی پانچویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ فقط

العبد:۔ سردار بیگم بقلم خود۔
گواہ شد:۔ محمد صادق خاوند موصیہ بقلم خود۔ سٹور کیپر ملٹری انجینئرنگ سروس سیالکوٹ چھاؤنی۔
گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد دین سیکرٹری تعلیم و تربیت سیالکوٹ۔

نمبر ۴۳۰۴

منکہ محمد دین ولد میاں بڈھا قوم برکٹ گوجر پیشہ ملازمت۔ عمر ۷۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۷ء ساکن پرتالہ ڈاکخانہ خاص تحصیل بھمبر ضلع میرپور ریاست جموں بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۱/۳۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ مکان پختہ یک منزل قیمتی چار ہزار روپیہ۔ اراضی مشترکہ برادران جس میں میرے حصہ کی قیمت پانچ سو روپیہ ہو گی۔ الا مظہر کا گذارہ اس جائداد پر نہیں ہے۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ ۶۷ روپے ۸ آنے ماہوار ہے۔ میں تازندگی اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کر دوں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا ۵/۱/۳۱

العبد:۔ محمد الدین ولد میاں بڈھا قوم برکٹ گوجر سکنہ برتالہ تحصیل بھمبر۔ ضلع میرپور ریاست جموں۔
گواہ شد:۔ مستری عبد اللطیف ولد محمد الدین مغل سکنہ جموں۔
گواہ شد:۔ فیروز الدین ولد میاں کرم الدین صاحب ٹھگر کوٹھی ضلع میرپور علاقہ جموں۔

نمبر ۴۶۶۶

م ۲ ج بتاریخ ۲۳ر نومبر ۱۹۳۶ء

منکہ منصورہ بیگم بنت نواب محمد علی خانصاحب۔ زوجہ مرزا ناصر احمد صاحب قوم افغان شروانی۔ پیشہ خانہ داری عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی۔ ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری حسب ذیل جائیداد ہے۔ زیور نقرئی و طلائی اندازاً قیمت خرید دس ہزار روپیہ ہے اور مہر ایک ہزار روپیہ ہے جو ابھی تک میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ جائیداد غیر منقولہ اس وقت میری کوئی نہیں۔ میں مندرجہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ نیز میری وفات پر اگر میری کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ مذکور مالک ہو گی۔ اس کے علاوہ مجھے مبلغ ۴۰ روپے ماہوار بطور جیب خرچ کے ملتے ہیں۔ میں اس کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتی رہوں گی۔

العبد:۔ منصورہ بیگم۔
گواہ شد:۔ محمد علی خاں۔
گواہ شد محمد احمد خاں۔

نمبر ۴۶۶۷

م ۲ ج بتاریخ ۲۳ر نومبر ۱۹۳۶ء

منکہ امۃ الحمید بیگم صاحبہ بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب زوجہ خان محمد احمد خان صاحب قوم مغل پیشہ خانہ داری عمر ۲۰ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

اس وقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیور نقرئی و طلائی چار ہزار روپیہ اور مہر پندرہ ہزار روپیہ ہے۔ جو ابھی تک میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے جائیداد غیر منقولہ اس وقت میری کوئی نہیں۔ میں مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ نیز میری وفات پر میری اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ مذکور مالک ہو گی۔ اس کے علاوہ مجھے مبلغ ۲۵ روپے ماہوار بطور جیب خرچ کے ملتے ہیں میں اس کا دسواں حصہ بھی صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتی رہوں گی۔

العبد:۔ امۃ الحمید
گواہ شد:۔ محمد علی خاں۔
گواہ شد:۔ محمد احمد خاں۔

نمبر ۴۶۶۸

م ۲ ج بتاریخ ۲۳ر نومبر ۱۹۳۶ء

منکہ محمد احمد خاں ولد خان محمد علی خانصاحب قوم افغان شروانی پیشہ زمینداری عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری کوئی ذاتی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد سو روپیہ ماہوار ہے۔ جو مجھے میرے والدین کی طرف سے بطور جیب خرچ کے ملتے ہیں۔ میں آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جو میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔ نیز میری وفات پر جو بھی میری جائداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ مذکور مالک ہو گی۔ العبد۔ محمد احمد خاں۔ گواہ شد محمد علی خاں رئیس مالیر کوٹلہ گواہ شد۔ محمد نذیر خاں۔

نمبر ۴۶۶۹

منکہ قریشی محمد صادق شبنم ولد معراج الاسلام صاحب مرحوم قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۲۹ برس۔ تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ دسمبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میں کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ اس وقت نہیں رکھتا جب کوئی ایسی جائیداد میری بنے گی میں اس کی اطلاع انجمن کارپرداز مصالح قبرستان قادیان کو بمعہ تفصیل وصیت متعلق ایسی جائیداد کے دوں گا۔ اس وقت میں نظارت امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بعہدہ محتسب ملازم ہوں اور مبلغ پچیس ۲۵ روپے نصف جن کے بارہ روپے آٹھ آنے ہوتے ہیں۔ بطور الاؤنس کے مجھے ملتے ہیں۔ لہٰذا میں اس آمدن کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میری آمدنی میں ترقی ہوئی تو میں اس کی اطلاع انجمن کارپرداز مصالح قبرستان قادیان کو بمعہ وصیت متعلق ایسی مزید آمدن کے دوں گا۔

العبد:۔ قریشی محمد صادق شبنم بقلم خود۔
محتسب نظارت امور عامہ انجمن احمدیہ قادیان ۵/۱۲/۳۶
گواہ شد:۔ عبد اللطیف بقلم خود دفتر نظارت امور عامہ
گواہ شد:۔ رمضان علی احمدی کارکن نظارت امور عامہ قادیان ۵/۱۲/۳۶۔

نمبر ۴۶۷۰

منکہ فضل احمد ولد محمد اسمٰعیل صاحب قوم راجپوت منہاس پیشہ ملازمت عمر ۳۴ سال تاریخ بیعت ۵ مئی ۱۹۰۴ء ساکن گورداس ننگل۔ تحصیل و ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ دسمبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری حسب ذیل جائیداد ہے۔

۱۔ ایک قطعہ زمین ۱/۲ ۱۶ مرلے واقعہ محلہ دار السعت قادیان دار الامان قیمتی بشرح موجودہ قریباً دو ۲ صد روپیہ۔
۲۔ ایک عدد مشین ڈرکوپ سیکنڈ ہینڈ برائے سلائی پارچات قیمتی مبلغ ۳۰ روپیہ۔
۳۔ نقد مبلغ یک صد روپیہ۔

اس کے علاوہ میری ماہوار آمدنی مبلغ تیئیس ۲۳ روپیہ ہے جس پر میرا گذارہ ہے۔ اس جائیداد میں سے ۱/۲ ۱۶ مرلے زمین واقعہ محلہ دار السعت قیمتی دو ۲ صد روپیہ۔ اور ڈرکوپ مشین قیمتی ۳۰ روپیہ اپنی بیوی مسماۃ عائشہ بی بی کو بعوض حق مہر دے چکا ہوں۔ باقی مبلغ ایک صد روپیہ اور عـــہ ماہوار آمد میں سے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔

اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کی بعد منہائی قرضہ صدر انجمن احمدیہ قادیان دار الامان مالک ہو گی۔ بشرطیکہ میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی قیمت ادا نہ کر چکا ہوں۔ دعا ہے کہ مولا کریم مجھے اس وصیت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرماوے۔ اور اپنے قرب میں جگہ دے۔

العبد:۔ فضل احمد پٹواری بقلم خود حلقہ گورداس ننگل ضلع گورداسپور۔ ۶/۱۲/۳۶
گواہ شد:۔ خاکسار نذیر احمد رحمانی ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول وارد گورداس ننگل۔
گواہ شد:۔ مختار احمد وارڈ کیپر کیرج اینڈ ویگن سٹورز ڈپو مغل پورہ لاہور۔
گواہ شد۔ محمد سعید اللہ احمدی محرر لوکل انجمن احمدیہ تلیان وصیت نمبر ۱۱۴ وارد گورداس ننگل۔

نمبر ۴۶۷۱

بتاریخ ۹ ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء

منکہ بشیر احمد ولد حافظ حکیم مشتاق احمد قوم اعوان پیشہ ملازمت عمر ۳۳ سال۔ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن کیمبل پور صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں۔ میرا گذارہ اس وقت ملازمت پر ہے۔ اور تنخواہ ۴۳ روپے ۸ آنے ماہوار ہے۔ میں اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جو کہ میں انشاء اللہ ماہ بماہ داخل دفتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز اس کے بعد اگر میری کوئی جائیداد یا میری وفات کے بعد میری کوئی جائیداد ثابت ہو گی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

العبد:۔ بشیر احمد ولد حافظ حکیم مشتاق احمد کیمبلپوری۔ ملازم آر۔ آئی۔ این وائرلیس ڈیپارٹمنٹ بمبے ۱۲
گواہ شد:۔ خاکسار نور خاں دفتر بیت المال قادیان
گواہ شد:۔ ایچ۔ اے یوسف زئی۔

نمبر ۴۶۷۳

منکہ ملک عطاء اللہ خاں ولد ملک خدا بخش صاحب قوم ککے زئی پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن لاہور حال دہلی ڈاکخانہ دہلی تحصیل دہلی۔ ضلع دہلی۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰ نومبر ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ساٹھ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔

العبد:۔ ملک عطاء اللہ خاں ایسوشی ایٹڈ پریس آف انڈیا دہلی۔
گواہ شد:۔ غلام حسین احمدی سیکرٹری وصایا انجمن احمدیہ دہلی۔
گواہ شد:۔ خاکسار چوہدری نذیر احمد خاں وکیل سیکرٹری جماعت احمدیہ دہلی۔

نمبر ۴۶۵۹

منکہ غلام محمد ولد حافظ فقیر محمد صاحب قوم شیخ کاشمیری پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال۔ تاریخ بیعت جنوری ۱۹۳۲ء ساکن لودھیانہ۔ ڈاکخانہ خاص تحصیل لدھیانہ۔ ضلع لودھیانہ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

اس وقت میری جائیداد غیر منقولہ ایک مکان واقعہ محلہ اقبال گنج شہر لدھیانہ میں ہے۔ جس کی قیمت تقریباً نوصد ۹۰۰ روپیہ ہو گی۔ اس میں سے ۱/۸ حصہ کی مالک میری والدہ ہے۔ اور ۷/۴۸ کی مالک میری ہمشیرہ ہے۔ باقی کا میں واحد مالک ہوں۔ نقد میرے پاس ۱۶۷ روپے ہیں میری ماہوار آمد ۱۷ روپے ۸ آنے ہے جس پر میرا گذارہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہوں گا۔ میری وفات کے بعد جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں۔ تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ ادا شدہ شمار ہو گا۔

العبد۔ غلام محمد مستری پٹرول فیروزپور شہر ۱۵/۱۱/۳۶
گواہ شد:۔ بندہ محمد حسین سیکرٹری وصایا جماعت احمدیہ فیروزپور شہر۔
گواہ شد:۔ محمد جمیل محاسب جماعت احمدیہ فیروزپور۔

نمبر ۴۲۹۴

منکہ کرم الدین ولد امام الدین قوم شیخ پیشہ کٹر ماسٹر عمر ۴۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۳ء ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۱/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ زمین سفید ۱/۲ ۵ کنال واقع محلہ دار السعت۔ دو کنال گیارہ مرلے وہ دو کنال اٹھارہ مرلہ نزدیک قاضی عبد الرحیم صاحب کے مکان کے۔ جس کی کل قیمت ایک ہزار روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ اس جائداد پر نہیں۔ بلکہ ماہواری آمد پر ہے جو کہ اس وقت دو سو روپیہ ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہواری آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور بریں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں داخل کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ فقط

العبد:۔ موصی کرم الدین کٹر ماسٹر نمبر ۴۳ مال روڈ لاہور ۱۴/۱/۳۵
گواہ شد:۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ سکرٹری وصایا لاہور۔ ۱۴/۱/۳۵
گواہ شد۔ حشمت اللہ بقلم خود مزنگ لاہور ۱۴/۱/۳۵